ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

اللہ اکبر

الفضل قادیان

ہفتہ میں دو بار

ایڈیٹر غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی ۔ قیمت فی پرچہ ۱/

نمبر ۵۶ | مورخہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء | یوم جمعہ | مطابق ۱۶ شعبان سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو پیچش کی شکایت ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں :-

۱۳ جنوری خوب زور کی بارش ہوئی :-

مولوی ظہور حسین صاحب ۱۲ جنوری علاقہ یو۔پی میں تبلیغ کیلئے لکھنؤ روانہ ہوئے :-

ملک محمد حسین صاحب بیرسٹر جو جلسہ سالانہ پر نیروبی (افریقہ) سے تشریف لائے تھے۔ واپس جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ کنیا کے معاملات کے متعلق وائسرائے ہند سے ملاقات کرنے کے بعد عازم افریقہ ہونگے :-

۱۴ جنوری ایک ہندو کشن چند نام متوطن ریاست بہاولپور جناب میر محمد اسحٰق صاحب کے ذریعہ مشرف باسلام ہوا۔ اسلامی نام عبد اللہ رکھا گیا۔

ضروری اطلاع :- بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حکیم فضل الرحمان صاحب مبلغ افریقہ ۸ جنوری کو لنڈن سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور ۲۱ جنوری کو بمبئی پہنچیں گے انشاء اللہ

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دوسری نظم

۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء حضور کی حسب ذیل دوسری نظم جلسہ سالانہ میں پڑھی گئی

خدایا اے مرے پیارے خدایا
الٰہ العالمین ربّ البرایا

ملیک و مالک و خلّاق عالم
رحیم و راحم و بحر العطایا

تری درگہ میں اک امید لیکر
ترا اک بندۂ عاصی ہے آیا

وہ خالی ہاتھ ہے ہر پیشکش سے
نہیں لایا وہ ساتھ اپنے ہدایا

جو تو نے دی تھی اُس کو طاقتِ خیر — وُہ کر بیٹھا ہے اس کا بھی صفایا
وُہ حیوانوں سے بدتر ہو رہا ہے — نہیں تقویٰ میں حاصل کوئی پایہ
سمٹ کر بن گئی نیکی سو بدا — افق پر چھا گئیں اُس کی خطایا
بتاؤں کیا کہ شیطاں نے کہاں سے — کہاں لیجا کے ہے اُس کو گرایا
نہیں آرام پل بھر بھی میسّر — ہے اس ظالم نے کچھ ایسا ستایا
جہاں کا چپہ چپہ دیکھ ڈالا — مگر کوئی ٹھکانہ بھی نہ پایا
ہُوا مایوس جب چاروں طرف سے — نہ جب کوشش نے اُس کا کچھ بنایا
تو ہر پھر کر یہی تدبیر سُوجھی — تری تقدیر کا در کھٹکھٹایا
یہی ہے آرزو اس کی الٰہی — یہی ہے التجا اس کی خدایا
کہ مشرق اور مغرب دیکھ ڈالے — سکوں لیکن کہیں اس نے نہ پایا
تری درگاہ میں وُہ آخر الامر — تمنا دل میں لے کر ہے یہ آیا
تری رحمت کی دیواروں کے اندر — کلام اللہ کا مل جائے سایا
تو وُہ دھونی محبت کی رما کر — جلا دے سب جہالت اور مایا

مجلس مشاورت ۱۹۳۰ء کے نمائندگان کا انتخاب

مجلس مشاورت ۱۹۳۰ء کے انعقاد کی تاریخوں کے متعلق عنقریب ناظر صاحب اعلیٰ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا۔ میں اس ضروری اعلان کے ذریعہ تمام احمدیہ جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ جلد سے جلد باقاعدہ اجلاس منعقد کر کے مجلس مشاورت کے لئے اپنے اپنے نمائندگان کا انتخاب کریں۔ اور مجھے بھی جلد مطلع فرمائیں۔

تمام جماعتوں کو اس امر سے تو اطلاع ہے۔ کہ صرف نمائندگان کی طرف سے ہی سوالات یا تجاویز حسب قاعدہ مرکز میں بھجوائی جا سکتی ہیں۔ اس لئے بھی ضروری ہے۔ کہ اس ماہ کے آخر تک تمام جماعتیں اپنے نمائندگان کے انتخاب کی اطلاع بھیجدیں۔ تا بروقت سوالات اور تجاویز پہنچنے پر جوابات اور ایجنڈا طیار ہو سکے۔ امید ہے۔ تمام جماعتیں میرے اس اعلان کی طرف فوری توجہ دینگی۔

گذشتہ مجلس مشاورت کی رپورٹ چھپ چکی ہے۔ لیکن بہت کم جماعتوں نے اس وقت تک یہ رپورٹ منگائی ہے۔ رپورٹ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ ہر جماعت کو چاہیئے۔ کہ فوراً منگا لے۔ تا کہ نمائندگان پچھلی کارروائی سے باخبر ہو کر شریک ہوں۔

پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی قادیان

احباب کرام کا شکریہ

مندرجہ ذیل اصحاب نے ایام جلسہ سالانہ میں نہایت تندہی اور محنت سے جلسہ کے علاوہ اوقات میں سوروا تو کو پھر کر تقریباً کئی سو آدمیوں کو وصیت کی اہمیت و ضرورت سمجھائی۔ اور وصیت کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ ان ایام میں ۸۶ نئے احباب نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت دیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے۔ میں ان تمام احباب کے خلوص کا جنہوں نے میری اس معاملہ میں مدد کی ہے۔ اور جن کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں۔ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

میں ان احباب سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وُہ اس تحریک کو اپنے اپنے مقام پر بھی جاری رکھیں گے۔

(۱) خانصاحب چوہدری نعمت خاں صاحب سینیر سب جج دہلی (۲) بابو محمد عبید اللہ صاحب کلرک آرسنل فیروزپور
(۳) لفٹننٹ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کیمل پور۔ (۴) منشی قدرت اللہ صاحب پنشنر سب رجسٹرار نابھہ
(۵) منشی محمد حیات خاں صاحب محرر کورٹ آف وارڈس ملتان (۶) سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب امیر جماعت احمدیہ سکندر آباد دکن
(۷) سید بشارت احمد صاحب منصبدار وکیل حیدر آباد دکن (۸) صوفی احمد جان صاحب کلرک لکھنؤ۔
(۹) چوہدری محمد شریف صاحب امیر جماعت احمدیہ و وکیل منٹگمری (۱۰) چوہدری [illegible] صاحب دیلدار [illegible] منٹگمری
(۱۱) ماسٹر محمد ابراہیم صاحب سیکنڈ ماسٹر ننکانہ ضلع شیخوپورہ (۱۲) چوہدری محمد حسین صاحب صدر قانونگوئے سیالکوٹ
(۱۳) صوفی علی محمد صاحب کلرک آرسنل فیروزپور۔

سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

میری بیوی کا افسوسناک انتقال

میری رفیقۂ حیات۔ مشکلات و محن میں برابر کی شریک اور مونس و غمخوار ۱۱ جنوری کی درمیانی شب ٹھیک ۲ بجے ۲۲۔ سال کی عمر میں اس دُنیا سے سدھار گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی وفات اس کی ذات کے لئے تو بہشت کا دروازہ اور کلید جنت تھی۔ ہاں پسماندگان کے لئے طبعی طور پر رنج و کرب کا موجب ہوئی۔ اجرہم اللہ

مرحومہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھی۔ میں مدرسہ احمدیہ کی پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ کہ ۷۔ دسمبر ۱۹۲۰ء کو ہم رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ بعد ازاں نو برس کے عرصہ میں کئی مشکلات آئیں۔ مگر وُہ ہمیشہ نہ صرف خود صبر کرتیں۔ بلکہ میری تسلی کا ذریعہ بنتیں۔ اگر کبھی فاقہ بھی کرنا پڑا۔ تو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ میری تبلیغی ضروریات میں ان کا وجود بسا غنیمت تھا۔ سلسلہ کے لئے غیرت تھی۔ اور خدمتِ دین کا شوق۔ اپنی بساط کے مطابق مالی خدمت کے علاوہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے ذریعہ ثواب حاصل کرنے کے درپے رہتی تھیں۔ میں جب کوئی ٹریکٹ وغیرہ شائع کرتا۔ تو بسا اوقات فرمے درست کرنے۔ پیکٹ کرنے میں ممد و معاون بنتیں۔ لجنہ اماء اللہ قادیان کی ممبر تھیں۔ اگرچہ خود زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھیں۔ مگر اپنے بچوں کے متعلق بہت بلند خیالات رکھتی تھیں۔ قادیان کی مستقل سکونت کے لئے بھی ایک بلند مقام پر پروگرام بنا رکھا تھا۔ مگر مشیت ایزدی نے یاوری نہ کی۔ اور قضا و قدر کا زبردست ہاتھ ہم میں حد فاصل بن گیا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا بھی بہت شوق تھا۔ مگر صحت نے اجازت نہ دی۔ طویل اور تکلیف دہ مرض کے باوجود اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد و ثنا اُن کا وظیفہ تھا۔ کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ آیا۔ مرحومہ کی یادگار تین بچے ہیں۔ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا۔ جہاں میں اپنے احباب سے مرحومہ کی بلندئ درجات کے لئے دعا کا طالب ہوں۔ ویسے ہی یہ بھی درخواست کرتا ہوں۔ کہ وُہ ان بچوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت اور نیکی و صلاحیت کے لئے بھی دعا کریں۔ اگرچہ ہر بچہ کی صحیح تربیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوتی ہے۔ مگر وُہ بچے جو آغوشِ مادری سے محروم ہو جائیں وہ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے رحم کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور انکے متعلق ان کے والد کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ اس موقعہ پر یہ بے انصافی ہوگی۔ اگر میں ان احباب کا شکریہ ادا نہ کروں۔ جنہوں نے دعا کے ذریعہ ہمدردی کی۔ اللہ تعالیٰ انکو اجر عظیم بخشے۔ انکی دعائیں مرحومہ کے حق میں بلندی درجات کا موجب ہونگی۔ اور وُہ بزرگ جو علاوہ دعا کے طبی امداد بھی دیتے رہے۔ وُہ خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ جن میں سے جناب ماسٹر محمد طفیل خانصاحب مدرسہ احمدیہ۔ جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب۔ جناب ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہور۔ جناب ڈاکٹر فضل کریم صاحب [illegible] ... خاکسار [illegible] قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۵۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

مکمل آزادی کا اعلان ایک خوفناک چال ہے

اگرچہ کانگریس لاہور کے اجلاس میں مکمل آزادی کی قرارداد ہندو لیڈروں کی طرف سے پیش ہو کر پاس بھی ہو چکی ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ جس کی آئندہ واقعات تصدیق کرینگے۔ کہ ہندو قوم مکمل آزادی کی فی الحال خواہاں نہیں۔ بلکہ اس کا منشاء اور مدعا یہ ہے۔ کہ ہندوستان کو درجہ نو آبادیات مل جائے۔ تا زیر سایہ برطانیہ وہ ہندوستان میں اپنے ڈھب کی حکومت قائم کر لے۔ اگر ہندو قوم دل سے مکمل آزادی کی متمنی ہوتی تو یہ کبھی ہو نہیں سکتا تھا۔ کہ مسلمانوں کے حقوق اور ان کے مطالبات سے اس قدر تغافل برتتی۔ اور اس قدر بے توجہی کا ثبوت دیتی۔ وہ اچھی طرح جانتی ہے۔ کہ مسلمانوں کی امداد کے بغیر وہ آزاد ہندوستان کو ہرگز سنبھال نہیں سکتی۔ اس لئے اگر اسے ذرہ بھر بھی اس امر کا احساس ہوتا۔ کہ اس کی کوششیں ہندوستان کی مکمل آزادی پر منتج ہونے والی ہیں۔ تو وہ یقیناً مسلمانوں کو بہر صورت اپنے ساتھ ملانے بلکہ ہر قیمت پر انہیں خریدنے سے دریغ نہ کرتی۔ لیکن اپنی خفیہ اور علانیہ کوششوں کے پیش نظر اور ہندوستانیوں کی استعدادوں کا اندازہ لگاتے ہوئے چونکہ وہ اچھی طرح جانتی ہے۔ کہ درجۂ نو آبادیات سے زیادہ کچھ بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے وہ پورے استقلال کے ساتھ مسلمانوں سے تغافل برت رہی اور ان کے ہر مطالبہ کو ٹھکرا دی رہی ہے۔

چنانچہ ہندو اخبارات کی تحریروں سے ان کی یہ ذہنیت پوری طرح آشکار ہو رہی ہے۔ "ٹریبیون" جو ہندو قوم کا ایک با اثر انگریزی اخبار ہے اپنی اشاعت ۳۔ جنوری میں کانگریس کے فیصلوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"ہم حقیقت سے حقیقت شک و شبہ کے بغیر کہہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ ان میں سے کوئی تغیر بھی قوم کے آخری وقطعی فیصلہ کا مظہر نہیں۔ اگر حقیقی درجہ مستعمرات کا دستور پیش کیا جائے۔ تو قوم اب بھی اس پر غور و فکر کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور وہ کونسلوں کے بائیکاٹ کی اسی طرح مخالف ہے۔ جس طرح کہ پہلے مخالف رہی ہے"

اسی طرح اخبار "ملاپ" ۵۔ جنوری لکھتا ہے:۔

"ہندوستانیوں کا لکش مکمل آزادی کے سوائے اور کچھ ہونا ہی نہیں چاہیئے۔ کیوں اس لئے کہ انگریزوں کا قاعدہ ہے۔ کہ جب وہ سانا جاتا دیکھتے ہیں۔ تو آدھا بانٹ دیتے ہیں۔ تاکہ آدھے پر ان کا قابو رہ سکے جب ہندوستانی مکمل آزادی لینے پر کمربستہ ہو جائیں گے۔ تو لازمی طور پر برطانیہ نصف آزادی دینے پر تیار ہو جائے گا"

ان الفاظ سے ہندو نقطہ نگاہ کی پوری پوری تشریح ہو جاتی ہے اور بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ہندو قوم کا آزادی کی قرارداد سے ایک تو یہ مقصد ہے۔ کہ برطانیہ ہندوستان سے اپنے تعلقات کلی طور پر منقطع ہونے کی دھمکی پر کوشش کرے گا۔ کہ درجۂ نو آبادیات دے کر یہاں اپنا کچھ نہ کچھ رسوخ قائم رکھے۔ دوسرے اس کے اندر ایک نہایت گہری چال ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک طرف تو مسلمانوں کا یہ کہکر منہ بند کیا جا رہا ہے۔ کہ نہرو رپورٹ جس میں حقوق کی تقسیم کی گئی تھی۔ مکمل آزادی کے اعلان سے منسوخ کر دی گئی ہے۔ اس لئے حقوق کی تقسیم کا کوئی سوال ہی نہیں ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف انہیں آزادی کے سبز باغ دکھا کر اور یہ کہہ کر کہ آزادی ملنے پر حقوق کا تصفیہ مسلمانوں کی خواہش اور منشار کے مطابق کیا جائے گا۔ ناعاقبت اندیشی کے گڑھے میں گرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مسلمان طبعاً جوشیلا واقع ہوا ہے۔ اور جو لوگ زیور تربیت سے آراستہ نہیں ہوتے۔ انہیں کسی علمی اور ٹھوس کام کی بجائے ہنگامہ خیزی اور معرکہ آرائی کے پروگرام میں شامل کر لینا نسبتاً بہت آسان ہے۔ چنانچہ تجربہ شاہد ہے۔ کہ گذشتہ ۱۹۱۹ء میں جب عدم تعاون کی تحریک پیش ہوئی۔ تو مسلمان ہی تھے۔ جو اس سے زیادہ متاثر ہوئے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اس ہنگامہ خیزی میں جو لوگ قید ہوئے۔ ان میں سے اسی فیصدی مسلمان تھے۔ مسلم وکلاء نے ہی سب سے زیادہ پریکٹس ترک کی مسلمانوں کی دو بڑی درسگاہیں تھیں۔ علی گڑھ کالج اور اسلامیہ کالج لاہور۔ دونوں پر اس تحریک کی زبردست ضربیں پڑیں۔ اس دوران میں مسلمانوں کے اندر اس قدر جوش پیدا ہو گیا۔ کہ انہوں نے کوڑیوں کے مول اپنی بیش بہا جائدادیں ہندوؤں کے حوالہ کر کے وطن ترک کر دیا۔ اور ہزارہا قسم کے مصائب جھیلے۔ مگر ہندوؤں کی ہر درسگاہ بدستور سابق اپنے کام میں مشغول رہی۔ اور وہ آرام و چین سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ اب پھر وہی چال چلی گئی ہے۔ وہی سول نافرمانی اور عدم تعاون کی تباہ کن تحریک زندہ کی جا رہی ہے۔ تا مسلمان

پھر ایک بار جوش میں آکر اس آہنی دیوار سے ٹکرائیں۔ اور پاش پاش ہو جائیں۔ ان کے اندر اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے یک جہتی کا خیال اور تنظیم کا جو احساس پیدا ہو رہا ہے وہ مٹ جائے۔ ان کا شیرازہ مضبوط ہوتے ہوتے پھر بکھر جائے۔ اور ہندو پورے اطمینان اور دلی سکون کے ساتھ ہر اد وہ پہ اپنے تسلط و اقتدار کو مضبوط کر لیں۔

غرض مسلمانوں کو نقصان پہونچانے اور انہیں ضعیف کرنے کے انتظامات بہمہ وجوہ مکمل کر دئے گئے ہیں۔ اور اب یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ اس تباہی سے بچنے کی تدابیر سوچیں۔ اور ان پر عمل کریں۔

زمینداروں کے غور کیلئے

صوبجات متوسط میں قانون انتقال اراضی کا نفاذ نہیں۔ اس لئے غیر زراعت پیشہ لوگ بآسانی زمینداروں کی زمینیں خریدنے کے مجاز ہیں۔ ضلع منھرا میں ان دنوں نیا بندوبست ہو رہا ہے۔ جس سے یہ راز منکشف ہوا ہے۔ کہ گذشتہ بندوبست کے بعد جاٹ زمینداروں کی ۷۸ فیصدی اراضیات ان کے ہاتھ سے نکل کر سود خور ساہوکاروں کے قبضہ میں جا چکی ہیں۔

اس سے پنجاب کے زمیندار بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ایکٹ انتقال اراضی اگر پنجاب میں نافذ نہ ہوتا۔ تو آج ان کے کس قدر بھائی بند اپنی مقبوضہ اراضیات سے محروم ہو کر دربدر ٹھوکریں کھاتے نظر آتے ہندو بڑی سرگرمی کے ساتھ پنجاب میں اسے منسوخ کرانے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ اب یہ زمینداروں کا کام ہے کہ وہ بھی انہیں اپنی حفاظت کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔ یا نہیں۔

پنجاب کونسل اور ہندو سبھا

ہوشیار ہندوؤں نے ہر شعبہ میں کچھ اس طرح تقسیم عمل کر رکھی ہے کہ انہیں کسی صورت میں بھی نقصان پہونچنے کا اندیشہ نہیں۔ بلکہ ان کی ہر تجویز جہاں مسلمانوں کے لئے نقصان رسان ہوتی ہے۔ وہاں ان کے لئے مزید فائدہ کا باعث ہوتی ہے۔ حال میں کانگرس میں خود ہندوؤں نے فیصلہ کیا۔ کہ کونسلوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اس کی تعمیل میں پنجاب کونسل سے دو ایک ممبر مستعفی بھی ہوئے لیکن ساتھ ہی پراونشل ہندو سبھا نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ وہ اس طرح خالی شدہ نشستوں پر خود قابض ہونے کی کوشش کرے گی۔ گویا کانگریسی خیالات کے ہندو جو نسبتاً کم متعصب ہوتے۔ یا کم از کم اس کا دعوٰے کرتے ہیں۔ اگر اپنی جگہیں چھوڑیں گے۔ تو ان کی جگہ ہندو سبھائی خیالات رکھنے والے خالص سنگھٹنی ممبر قبضہ کر لیں گے۔

ہندوؤں کے وظیفہ خوار مسلمان لیڈر

ہندوؤں کی طرف سے ہندوستان کے آئندہ نظام حکومت کی تشکیل کا جو ڈھانچہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کی مسلم آزاری دس تنہ

اور نمایاں ہے۔ کہ کوئی موٹی سے موٹی عقل کا مسلمان بھی اس کی تائید میں آواز بلند نہیں کر سکتا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور سمجھ دار ہونے کے باوجود بے تکلف ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ یہ لوگ کیوں ایسا کر رہے ہیں۔ اس کا پتہ "ملاپ" کے حسب ذیل الفاظ سے مل سکتا ہے:۔

"علی برادران کو ہندوؤں سے کافی وظیفہ ملتا تھا۔ وہ بند ہو گیا اس مرے ہوئے وظیفہ کے غم نے علی برادران کو کہیں کا نہیں رکھا۔ اور جہاں تہاں واہی تباہی بکتے رہتے ہیں" (۹- جنوری)

یہ راز درون پردہ آج ظاہر کیا جا رہا ہے۔ جبکہ علی برادران ہندوؤں کی چالبازیوں سے متنفر ہو کر ان سے علیحدہ ہو چکے۔ اور خالص اسلامی مفاد کے لئے جد وجہد کر رہے ہیں۔ اگر انہیں ہندوؤں نے اپنے وظیفہ سے ایک وقت خرید رکھا تھا۔ تو جو لوگ اب ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ ان کے وظیفہ خوار ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ مگر یہ راز بھی اسی وقت ظاہر ہو گا۔ جب کسی کی خدمات ہندوؤں کے نزدیک بے حقیقت ثابت ہوں گی:۔

تبلیغی اشتہارات کی اشاعت

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سالانہ جلسہ کی تقریر میں دیگر تبلیغی ذرائع کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ اس سال چھوٹے چھوٹے تبلیغی اشتہار بھی شائع کئے جائیں گے۔ اور پہلا اشتہار جنوری میں ہی شائع کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ الحمد للہ کہ حضور کا تحریر فرمودہ یہ اشتہار عنقریب چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ حضور نے خطبہ جمعہ میں جو اسی اخبار میں دوسری جگہ درج ہے۔ اس اشتہار کو کم از کم ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کرنے کا ارشاد فرماتے ہوئے احمدی جماعتوں کو تحریک کی ہے۔ کہ وہ اس کے اخراجات میں حصہ لیں۔ اور پھر ان اشتہارات کی تقسیم واشاعت کی پوری پوری کوشش کریں۔ فی الحال ایک ہزار اشتہارات کے اخراجات کا اندازہ پانچ روپے لگایا گیا ہے۔ پس احمدی جماعتیں اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے بہت جلد نظارت دعوت وتبلیغ کو اطلاع دیں کہ انہیں کس قدر اشتہارات کی ضرورت ہو گی۔ تاکہ شائع ہونے کے ساتھ ہی انہیں بھیج دئے جائیں:۔

ایک اہم شکایت

ایک احمدی بھائی نے نظارت امور عامہ میں شکایت کی ہے۔ کہ وہ احمدی جو بفضل خدا مربعوں کے مالک ہیں۔ ان میں سے اکثر نے اپنی زمینیں کاشت کاری کے لئے غیر احمدیوں کو دے رکھی ہیں۔ اور احمدی بھائیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں:۔

اگر یہ بات درست ہو۔ تو ہم اپنے مربعوں کے مالک زمیندار بھائیوں سے استدعا کریں گے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ وہ احمدی کاشتکاروں کو کاشتکاری کا موقعہ دینے کی کوشش کیا کریں۔ اس طرح نہ صرف وہ اپنے ایسے بھائیوں کی امداد کر کے ثواب کے مستحق ہوں گے۔ جن سے دوسرے لوگوں کو کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ سلسلہ کو بھی فائدہ پہنچا سکیں گے۔ کیونکہ احمدی کاشتکار اپنی آمدنی میں سے ایک حصہ خدا کے دین کے لئے بھی دیں گے:۔

سکھ اور ہندو

سکھوں کو کئی بار بتایا جا چکا ہے۔ کہ وہ ایک ایسی قوم کے بھرے میں آ کر جس کا کام ہی پھوٹ ڈال کر خود فائدہ حاصل کرنا ہے۔ مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ نہ ہو جایا کریں۔ لیکن عام طور پر سکھ معاملہ فہمی اور دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیتے۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان کی رفاقت پر فخر کرنے لگتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ سکھ اخبار "شیر پنجاب" (۲- جنوری) کی حسب ذیل سطور پڑھ کر بھی آئندہ احتیاط سے کام نہ لیں۔ تو کہنا پڑے گا۔ کہ وہ اپنے آپ کو جان بوجھ کر نقصان پہنچانے کے مرتکب ہو رہے ہیں اخبار مذکور لکھتا ہے:۔

"وقت پر تو یہ آسانی کے ساتھ کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ سکھ بڑے بہادر ہیں۔ اور ہندوؤں کے گوشت پوست سے بنے ہیں۔ مگر سکھوں کو نقصان پہنچانے۔ انہیں مٹا ڈالنے۔ اور بدنام کرنے کا کوئی بھی موقعہ ہندو اخبارات یا لیڈر ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ دل سے یہ لوگ سکھوں کے مسلمانوں کی نسبت زیادہ مخالف ہیں۔ سکھوں میں زندگی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اور ان کے حسد کا مرکز خالصہ پنتھ بنا رہتا ہے"۔

الفاظ بالکل صاف اور واضح ہیں۔ اور "شیر پنجاب" نے سکھوں کو ہندوؤں کی روش سے آگاہ کرنے کے لئے بڑی صفائی سے کام لیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ عملی طور پر کہاں تک اس حقیقت کا اعتراف کیا جاتا ہے:۔

ویدوں سے آریوں کی لاعلمی

آریوں کا دعوے تو یہ ہے۔ کہ وید تمام دنیا کی ہدایت اور راہ نمائی کا موجب ہیں۔ اور دنیا سوائے ویدک تعلیم پر عمل کرنے کے مکتی حاصل نہیں کر سکتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ خود آریوں کو بھی معلوم نہیں۔ ویدوں میں کیا لکھا ہے۔ یہ ہم ہی نہیں کہتے۔ خود آریوں کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ چنانچہ "آریہ گزٹ" (۱۱- جنوری) لکھتا ہے:۔

"آریہ سماج کے بڑے بڑے وِدوان اُپدیشک بھی ویدوں کے ماہر نہیں۔ تو وید پرچار کس طرح ہو سکتا ہے۔ اہل اسلام کی ہر ایک مسجد میں تعلیم القرآن کا انتظام ہے۔ سکھوں کی دھرم شالاؤں میں وید کی جگہ ویدی پر گرنتھ صاحب کا پاٹھ ہوتا ہے۔ اور گرنتھ صاحب کی تعلیم کا ہر جگہ انتظام موجود ہے۔ بائبل کی کروڑہا پستکیں سینکڑوں زبانوں میں دنیا کے ہر گوشہ میں پائی جاتی ہیں۔ مگر آریوں کی حالت نہایت قابل رحم ہے۔ یہ خواب تو تکتے پر اوم کا جھنڈا لہرانے کے دیا کرتے ہیں۔ مگر عملی طور پر ابھی تک وید کا کوئی مکمل و مستند بھاشیہ موجود نہیں عام آریہ مندروں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ وید کے پستک کسی کسی لائبریری میں نہایت محفوظ الماریوں میں بند پڑے رہتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہماری انسٹی ٹیوشنوں نے ویدوں کو ہماری نظروں سے پرے کر دیا ہے"

بات یہ ہے۔ وید اسی قابل ہیں۔ کہ محفوظ الماریوں میں بند رہیں۔ اور آریوں کی نظروں سے پرے رکھے جائیں۔ کیونکہ ان میں کوئی بات ایسی نہیں۔ جو کسی وقعت کے قابل سمجھی جائے۔ جس مذہب کی بنیاد کی یہ حالت ہو۔ اسے کوئی انسانی طاقت قائم نہیں رکھ سکتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آریہ لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے باوجود روز بروز مذہبی میدان سے شکست خوردہ انسانوں کی طرح پیچھے ہٹ رہے ہیں:۔

ظفروال کے مسلمانوں کی مظلومیت

ایک عرصہ سے ہم ظفروال ضلع گورداسپور کے مسلمانوں کی مظلومیت کی فریاد ذمہ وار حکام کو سُنا رہے۔ اور قصبہ کے سکھوں کی چیرہ دستیوں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ حکام نے معاملہ کی اہمیت اور حالات کی نزاکت کا احساس نہ کرتے ہوئے ایک طرف تو کمزور و قلیل التعداد مسلمانوں پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈال کر خاموش کرانے کی کوشش کی۔ اور دوسری طرف یہ کہا گیا کہ احمدی جماعت خواہ مخواہ اس معاملہ کو اہمیت دے رہی ہے۔ عام مسلمان جن کے ہم عقیدہ لوگ ظفروال میں بستے ہیں۔ اس بارے میں کوئی احساس نہیں رکھتے:۔

ہم نے قانون کا لحاظ رکھتے ہوئے ظفروال کے مسلمانوں کو قانونی پہلو سے ہر طرح مدد دی۔ ان پر ضمانتیں طلب کرنے کے لئے جو مقدمہ چلایا گیا۔ اس کے مقابلہ میں امداد کی۔ اور ان کی مقامی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش کی۔ جب دیگر اخبارات میں یہ حالات شائع ہوئے کہ ظفروال میں اذان کی ممانعت ہے۔ تو مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوا۔ اور معلوم ہوا ہے۔ کہ مسلمانان امرتسر کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت مولانا اسماعیل صاحب غزنوی ۱۰- جنوری کو منعقد ہوا۔ جس میں مسلمانان ظفروال پر مظالم اور تعدی کے خلاف اظہار ناراضگی کرتے ہوئے حکومت پنجاب سے پُر زور مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ فی الفور اس قضیہ کا فیصلہ کرے۔ ورنہ جو نتائج اور عواقب رونما ہوں گے۔ ان کی ذمہ واری حکومت پر عائد ہو گی:۔

اب بھی وقت ہے۔ کہ ذمہ وار حکام اس مظلومیت کا خاتمہ کر دیں۔ جو سکھوں کی طرف سے مسلمانان ظفروال پر مسلط ہے۔ اور اذان کہنے پر جو پابندی عائد کی گئی ہے۔ اسے دور کر دیں۔ ورنہ یقیناً یہ معاملہ بہت طول کھینچیگا۔ اور پھر اس کا تصفیہ اتنا آسان نہ رہے گا۔ جتنا اب ہے:۔

مُسلمانوں کی مسکنت

مسلمانوں کی حالت اپنے اعمال کی شامت سے اس درجہ عبرتناک ہو چکی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ذرا بھی غور و فکر سے کام لے تو اسے اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہ مسلمان جو آج سے کچھ ہی عرصہ قبل بام رفعت کی انتہائی بلندی پر تھے۔ آج ذلّت اور مسکنت کے سب سے نچلے درجہ میں پہنچ چکے ہیں۔

مولانا محمد علی صاحب نے علماء کی کانفرنس منعقدہ کانپور کے صدر کی حیثیت سے علماء کی آنکھیں کھولنے کے لئے جو سب سے اہم بات بیان کی۔ وہ یہ تھی۔

"وہ جو مسکنت مسلمانوں کی سیاسی حالت سے آج ٹیک رہی ہے۔ وہ بظاہر اس غضب الٰہی کو مترشح کرتی ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا۔ لیکن بنی اسرائیل نے کم از کم اپنی اقتصادی حالت تو درست کر لی۔ مسلمانوں کی اقتصادی حالت آج ان کی سیاسی حالت سے بھی ابدتر ہے۔ کسی ملک میں کسی صنعت و حرفت میں انکو کوئی حصہ نصیب نہیں۔ سوائے اس حصہ کے جو قلیوں اور مزدوروں کا ہے۔ اور وہاں بھی وہ مقابلہ میں پیچھے رہے جا رہے ہیں"

(ہمت ۲۹ دسمبر)

مسلمانوں کے متعلق یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ بالکل درست ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے۔ کہ بنی اسرائیل پر خدا تعالیٰ کا غضب بلاوجہ نازل نہ ہوا تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اس بدقسمت قوم نے اس مصلح ربانی کی آواز پر کان نہ دھرا تھا۔ جو اس کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ پھر کیا مسلمانوں کو یونہی اس غضب الٰہی کا مورد بنا دیا گیا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ مسلمانوں کیلئے بھی خدا تعالیٰ نے ایک مسیح مبعوث کیا۔ جو بنی اسرائیل کے مسیح سے اپنی شان میں بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ اس نے ختم رسل صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ فیض حاصل کیا ہے۔ مگر مسلمانوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اور اس کے انکار کی وجہ سے ذلّت اور مسکنت کے مورد بن گئے۔

اب جبکہ چار و ناچار یہ اعتراف کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں پر ویسا ہی غضب الٰہی مسلط ہو چکا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر ہوا تھا۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ اس زمانہ کے مسلمان بھی اسی جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جس کا ارتکاب بنی اسرائیل نے کیا تھا۔ اور وہ یہی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انہوں نے انکار کیا ہے۔ اور جب تک وہ اس انکار پر قائم رہیں گے۔ ناممکن ہے۔ کہ اس غضب سے مخلصی پا سکیں۔

مولانا محمد علی نے اپنے خطبۂ صدارت میں جس صداقت کا اظہار کیا ہے وہ علماء نے سُن لی۔ اور کسی ایک کو بھی اس کی تردید کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ پھر کیا اس حالت سے نکلنے اس غضب سے بچنے اس مسکنت سے محفوظ رہنے کیلئے بھی کوئی تدبیر سوچی گئی؟ کاش خدا تعالےٰ مسلمانوں کو اس کی توفیق دے۔

اشارات

کانگریس نے "مکمل آزادی" کا اعلان کر کے سمجھ لیا ہے کہ ہندوستان اب آزاد ہو گیا۔ اور "ایک جھٹکے میں سلاسل غلامی توڑ دی گئیں" اعلان کرنے والوں نے اس خوشی میں مست ہو کر ۳۱ دسمبر کی تمام رات ناچنے کودنے میں صرف کر دی۔ لیکن جن لوگوں کو سنجیدگی اور متانت سے کچھ بھی حصہ ملا ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ یہ سب کچھ مسخراپن ہے۔

ہندوستان کی مکمل آزادی کا یہ مطلب ہے۔ کہ انگریزوں کی حکومت کی بجائے ہندوستان پر کانگریس کی حکومت قائم ہو گئی۔ اس صورت میں جہاں مکمل آزادی کا اعلان کرنیوالے ساری رات "تواجد و تراقص" میں مصروف رہے۔ وہاں انگریزوں کے ہاں صف ماتم بچھ جانی چاہیئے تھی۔ لیکن اس کی بجائے نظر یہ آ رہا ہے۔ کہ حکمران طاقت کے ایک ذمہ دار فرد نے اس اعلان کو اتنی بھی وقعت نہیں دی۔ جتنی ایک "کتے" کی موت کو اس کے نزدیک حاصل تھی۔

چنانچہ بالفاظ "زمیندار" (۹ جنوری) "کانگریس کی قرارداد آزادی" کے متعلق نائب وزیر ہند نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا "افسوس میں ایک کتے کے انتقال پر ملال کے حادثہ کی وجہ سے تقریر کے لئے پہلے سے تیاری نہ کر سکا"

جب وزیر ہند کا سا ذمہ وار انسان "کانگریس کی قرارداد آزادی" کی نسبت کتے کی موت سے زیادہ متاثر ہوتا۔ اور علے الاعلان اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہے۔ تو بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آزادی کا اعلان انگریزوں کی نگاہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے۔

ہندوؤں کے دل و دماغ کو "گئو ماتا" کی محبت اور الفت نے اس درجہ ماؤف کر رکھا ہے کہ وہ گئو پرستی کے تخیلات میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں۔ کہ گائے بچھڑے کی "ہاں ہاں" بھی ان کے کانوں میں مقدس الفاظ کا جامہ پہنکر داخل ہوتی ہے۔ چنانچہ اخبار "سوتنتر" میں ایک مہاشہ بیج ناتھ کا مکتوب شائع ہوا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں۔ موضع گڑھا دھا واقع ریاست جیند میں ایک بچھڑا رات بھر ہرے رام ہرے رام کا ورد کرتا رہتا ہے۔ اور رات کے آٹھ بجے سے ۹ بجے تک بھجن گاتا ہے۔ مہاشہ جی نے اس بچھڑے کو بھجن گاتے خود سُنا ہے (زمیندار ۹ جنوری)

اگر فی الواقعہ ریاست جیند میں کسی ایسے بچھڑے نے جنم لیا ہے۔ جو غالباً پہلے جنم میں رشی ہوگا۔ تو گائے کی پرورش کرنے والوں کو چاہیئے۔ اس کی خاص طور پر غور و پرداخت کریں۔ اور اس کی نسل چلانے کا پورا پورا انتظام کریں۔ تا ہرے رام ہرے رام کا ورد کرنے اور بھجن گانے والے بہت سے بچھڑے بچھڑیاں "اتپن" ہو سکیں۔ اور جب ان کی کافی تعداد ہو جائے۔ تو بچھڑوں کی "بھجن منڈلیاں" بنا کر نگر کیرتنوں میں انہیں بھی شامل کیا کریں۔ اس سے نہ صرف نگر کیرتنوں کی شان دوبالا ہو جائے گی۔ بلکہ ویدک دھرم کی صداقت بھی ثابت ہوگی۔

علاوہ ازیں جب ہر جگہ ہرے رام ہرے رام جپنے والے بچھڑے۔ بچھڑیاں پائی جائیں گی۔ تو یہ اس بات کا بھی ثبوت ہوگا۔ کہ کم از کم ہندوستان کے تمام گائے بیل ویدک دھرمی ہیں۔ اور انہیں ہندوؤں میں شمار کرنا چاہیئے۔ اس طرح ہندوؤں کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ ہو جائے گا۔ اور پنجاب کے مسلمانوں کو اپنی چھپن فیصدی آبادی کی بنا پر چھپن فیصدی حقوق کا مطالبہ کرنے کی جرأت نہ رہے گی۔

اگرچہ ہندوؤں میں بھی گوشت کھانے والے لوگ موجود ہیں اور آریوں کے رشی دیانند جی کے نزدیک تو ایسے مجرم انسانوں کی لاشوں کو پھینک نہیں دینا چاہیئے جنہیں حکومت موت کی سزا دے بلکہ انسانی گوشت کھانے والوں کو دے دینا چاہیئے۔ کہ وہ ان کا گوشت کھا لیں تاہم ابھی تک ایسے لوگ ہیں۔ جو گوشت خوری کے خلاف عجیب و غریب دلائل پیش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آریہ اخبار پرکاش اپنے تازہ پرچہ ۱۲ جنوری میں لکھتا ہے۔

"جو زندگی ہم بنا نہیں سکتے۔ اسکے ختم کرنیکی ممانعت کی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں تو یہ فعل انسانی نقطۂ نگاہ سے قابل تعریف ہے"

کیا آریہ مہاشے بتائیں گے۔ کہ وہ گاجر مولی۔ گوبھی۔ شلجم وغیرہ اشیاء خود بنا سکتے ہیں۔ اگر نہیں۔ تو ان کے ختم کرنیکا انہیں کیا حق ہے۔ پانی ہے سوامی دیانند جی نے ان اشیاء میں بھی زندگی تسلیم کی ہے۔ آریوں کو چاہیئے۔ پہلے ان زندگیوں کے ختم کرنے کی ممانعت کی تدابیر اختیار کریں اور خود ان کا کھانا چھوڑ دیں۔ پھر گوشت خوری کے خلاف آواز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

پوری ہمت اور سرگرمی سے تبلیغ احمدیت کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

بوجہ بیماری میرا ارادہ تو نہیں تھا۔ کہ جمعہ کے لئے آؤں۔ لیکن اس وجہ سے کہ بعض دوست جمعہ کے لئے باہر سے آتے ہیں۔ اور اس خواہش سے آتے ہیں۔ کہ میرے پیچھے نماز جمعہ ادا کریں۔ اس لئے میں نے آخر مناسب سمجھا۔ کہ خواہ کتنا مختصر خطبہ ہی کیوں نہ ہو۔ یا کتنی مشقت بھی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ میں خود ہی جمعہ پڑھاؤں۔

میں نے پچھلے جمعہ میں یہ بات کہی تھی۔ کہ میں ایک ایسے امر کے متعلق خطبہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ جو بعض لوگوں کے لئے ناپسندیدہ ہوگا۔ لیکن میں چونکہ ابھی اپنی صحت کو اس قابل نہیں پاتا۔ کہ کوئی لمبا خطبہ بیان کر سکوں۔ اس لئے آج بھی اس کی بجائے ایک دوسرے امر کے متعلق بیان کرتا ہوں:-

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ امسال

جلسہ سالانہ کے بعد

جماعت میں (قادیان کی جماعت کے متعلق ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا) لیکن باہر کی جماعتوں میں مَیں

نیک اور اچھا تغیر

دیکھتا ہوں۔ انسان کی باتیں جو وہ کرتا ہے۔ اپنی ذات میں خواہ کتنی اعلیٰ کیوں نہ ہوں۔ ضروری نہیں۔ کہ لوگوں کے قلوب میں تغیر پیدا کر سکیں۔ تقریریں خواہ کتنی لمبی اور دلآویز ہوں۔ ظاہر میں نظر آنیوالے معارف خواہ کتنی کثرت سے ہوں۔ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی معارف ہوں۔ اور لوگوں کے دلوں میں بھی جگہ حاصل کر سکیں۔ پس کسی

تحریک کی کامیابی

اس کے خوبصورتی سے بیان کر دینے میں نہیں۔ بلکہ اس کے نتائج سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اور گو ابھی جلسہ سالانہ کو گذرے ۹-۱۰ دن ہی ہوئے ہیں۔ اور بہت سے احباب کو یہاں سے گئے ابھی ہفتہ بھی نہیں ہوا۔ اور عموماً ان دنوں میں جماعت کے لوگوں میں کام کرنے کی روح تو اگرچہ ہوتی ہے۔ لیکن نتائج کم نکلا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں سے جا کر گھروں میں ملنے کے لئے بھی کچھ وقت چاہیئے۔ اس کے بعد وہ اپنے

نیک ارادوں پر عمل

کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ تک اس جوش سے کام کرتے ہیں۔ جو یہاں سے تازہ تازہ لے کر جاتے ہیں۔ مگر اپریل کے بعد جا کر پھر جماعت میں سستی شروع ہو جاتی ہے۔ اور اکتوبر تک گویا ایک نیند طاری رہتی ہے۔ اس کے بعد اس خیال سے کہ جلسہ کے دن قریب ہیں۔ اور وہاں جانا ہے۔ کچھ کام کرنا چاہیئے۔ پھر کام شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن اس دفعہ میں دیکھتا ہوں۔ ابتدا میں ہی جماعت نے زیادہ ہمت سے کام شروع کیا ہے۔

جلسہ کے بعد پہلا ہفتہ

جو عام طور پر تھکنے اور آرام لینے کا ہوتا ہے۔ اسی میں مختلف جماعتوں نے تبلیغ، درس، تدریس۔ اور تنظیم کی طرف توجہ شروع کر دی ہے۔ اور خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نہایت سرگرمی سے کام کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان کا یہ جوش کتنے عرصہ تک قائم رہیگا۔ سارا سال یا اپریل تک۔ یا ہمیشہ کے لئے قائم رہتا ہے پھر اس کے نتائج کا بھی اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ مگر بہر حال یہ ایک نیک تغیر نظر آرہا ہے۔ اور میں جہاں اس امر پر خوشی کا اظہار اور

اللہ تعالیٰ کا شکر

ادا کرتا ہوں۔ کہ اس نے میری باتوں میں اثر پیدا کیا۔ اور وہ لوگوں کے قلوب میں تغیر پیدا کرنے کا موجب ہوئیں۔ وہاں ان جماعتوں کو خصوصیت سے جنہوں نے ان کاموں کی طرف ابھی توجہ نہیں کی متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

بعض دوستوں نے نہایت اخلاص سے کام شروع کیا ہے۔ اور جماعتوں میں ایک خاص رنگ کی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اور جلسہ کے بعد ۱۵-۲۰ دن کا وقفہ جس میں عام طور پر

بیعت کرنیوالوں کی تعداد

بہت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ جو لوگ احمدیت میں داخل ہونیکو تیار ہوتے ہیں۔ وہ جلسہ پر بیعت کر لیتے ہیں۔ اور باقی تبلیغ کے محتاج ہوتے ہیں مگر اب کے اس وقفہ میں جماعتیں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور مختلف درجہ کے لوگوں میں محنت سے تبلیغ کا کام ہو رہا ہے۔ اور اس کے نتائج نکل رہے ہیں۔ لیکن جنہوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔ خصوصاً قادیان کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ بھی تبلیغی کام شروع کریں۔ قادیان میں مختلف اوقات میں اس قسم کے نظام قائم ہوئے ہیں۔ کہ دوست باہر جائیں۔ اور تبلیغ کریں۔ لیکن وہ ہمیشہ

گرمی کا ابال

ثابت ہوئے ہیں۔ چند دوست اس کام کے لئے نکلتے ہیں۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ خموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور

جماعت کی ترقی

رک جاتی ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے صداقت دی ہے۔ اور جو شخص صداقت کو لے کر کھڑا ہو۔ وہ یقیناً کامیاب ہو کر رہتا ہے۔ مگر افسوس کہ کوشش نہیں کی جاتی۔ خاص ضلع گورداسپور میں سینکڑوں گاؤں ایسے ہیں۔ جن میں کوئی احمدی نہیں۔ جس بستی کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا کے متحد کرنے کے لئے مرکز قرار دیا ہے۔ اور جسے روحانی لحاظ سے ماں بنایا ہے۔ اس کے ہی ارد گرد ہم ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نہیں پہنچا سکے۔ نام پہونچانے کے یہ معنے نہیں۔ کہ وہاں گالیاں دینے والے یا مخالفت کرنیوالے نہیں۔ بلکہ یہ ہیں۔ کہ وہاں

درود بھیجنے والے

پیدا ہو جائیں۔ سینکڑوں گاؤں اس ضلع میں ایسے ہیں۔ جن میں ہماری جماعت نہیں۔ لیکن اگر توجہ کی جائے۔ تو بآسانی جماعتیں قائم ہو سکتی ہیں۔ اگر اس ضلع میں تبلیغ کی جائے۔ تو باہر بھی آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ مرکز کے مضبوط ہونے کے ساتھ جماعت کا اقتدار اور رعب بھی بڑھ جاتا ہے۔

پس میں خصوصیت سے

قادیان کے دوستوں کو

اس طرف متوجہ کرتا ہوں پچھلے دنوں طالب علموں نے یہ کام شروع کیا تھا۔ لیکن وہ اکتوبر سے لے کر دسمبر تک ہی جاری رہا۔ میں اب پھر طلبا کو خصوصاً

مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے طلبا

کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ فارغ اوقات فضول ضائع کرنے کی بجائے آس پاس کے علاقہ میں جا کر تبلیغ کیا کریں۔ اس طرح چلنے پھرنے سے ان کی صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔ سلسلہ کا کام بھی ہوگا۔ اور ساتھ ہی انہیں اس کام کی مشق بھی ہوتی جائے گی۔ جس کے لئے وہ تیاری کر رہے ہیں۔ پھر ان کے توجہ کرنے کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو خود

شرم آئے گی۔

مدرسہ ہائی کے طلبا

کو بھی میں اسطرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور خواہ کوئی برا منائے۔ یا ہنسی کرے۔ کہ ان کو براہ راست مخاطب کیا گیا ہے۔ لیکن میں براہ راست ہی طلبا کو مخاطب کرتا ہوں۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں۔ استاد بڑے سے لیکر چھوٹے تک تمام کے تمام اپنے طلبا میں

دینی روح

پیدا کرنے کے لئے ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر رہے۔ بلکہ بسا اوقات روکیں پیدا کرتے ہیں۔ میرے پاس رپورٹ پہنچی ہے۔ کہ اگر کسی طالب علم کو تہجد پڑھنے کی نصیحت کی جائے۔ تو خود استاد ہی اسے منع کرتے ہیں۔ کہ تمہاری تعلیم میں حرج ہوگا۔ یہ بے وقوفی کی بات ہے۔ اس کا خیال نہ کرو۔ مجھے نہایت ہی افسوس ہوا۔ جب

تعلیم کے ایک ذمہ وار افسر

کے متعلق کسی غیر نے نہیں۔ بلکہ اسی کے دوسرے حصہ نے ایک بات بیان کی۔ میری بیوی نے اس سال مدرسہ بنات کا نماز کا امتحان لیا۔ تو معلوم ہوا۔ نویں جماعت کی لڑکیوں میں سے بھی ایک کے سوا کسی کو پوری نماز نہیں آتی۔ اس پر انہوں نے کہدیا۔ میں پھر امتحان لونگی۔ اس وقت اگر کسی کو نماز نہ آئی۔ تو اسے اس جماعت میں فیل کر دیا جائیگا۔ ایک ذمہ دار افسر کی لڑکی نے اپنے گھر میں اس بات کا ذکر کیا۔ تو اس کے اپنے گھر کی روایت ہے۔ کہ باپ نے کہا۔ بیٹی ڈرو نہیں۔ کس کی طاقت ہے۔ جو تجھے نماز نہ آنے کی وجہ سے فیل کر سکے۔ جب نماز جیسی ضروری چیز کے متعلق ایک احمدی اور مامور درسل ربانی کا متبع کہلانے والا اس قدر

ننگ اسلام

ہو سکتا ہے۔ کہ اپنی اولاد کی نماز کی ذمہ واری بھی اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں۔ تو مجھے ایسے لوگوں کو مخاطب کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ پس اے ہمارے سکولوں کے طالب علمو! میں تم سے اور براہ راست تم سے کہتا ہوں۔ کہ تمہارے استاد تمہاری جگہ خدا کے حضور جوابدہ نہیں ہونگے۔ انہوں نے تمہاری قبر میں نہیں جانا۔ اور انہیں میں ایسا ہی نظر انداز کرتا ہوں۔ کہ گویا وہ تھے ہی نہیں۔ اس لئے تم خود دین کی طرف توجہ کرو۔ خود اپنی اصلاح کرو۔ اور تبلیغ احمدیت میں سرگرمی دکھاؤ۔ میں

تعلیم کی ذمہ وار نظارت

کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ایسا قانون ہمارے سارے مدارس کے لئے بنا دیا جائے۔ میں امتحان کے بعد خصوصیت سے اس امر کے متعلق پوچھونگا۔ کہ سالانہ نماز کا امتحان ہوا کرے اور اگر کسی طالب علم کو نماز نہ آتی ہو۔ تو اسے اوپر کی جماعت میں نہ چڑھایا جائے۔ اگر اس انتظام کے قائم کرنے میں گورنمنٹ کی طرف سے کوئی روک ہو۔ تو میری طرف سے انہیں اجازت ہے۔ کہ بے شک ان مدارس کو توڑ دیا جائے۔ اس کے جو نتائج ہونگے۔ جو شورش ہوگی۔ یا فساد پیدا ہوگا۔ ان سب کا

میں ذمہ وار ہوں

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ میں نے خلافت کسی شخص کی مدد سے حاصل نہیں کی۔ اس لئے میں کسی شخص سے کبھی ڈرا نہیں۔ نہ ڈرتا ہوں۔ اور نہ کبھی ڈرونگا۔ ابھی ایک صاحب کہہ رہے تھے۔ کہ اس قدر شورش ہو رہی ہے۔ کہ ڈر ہے۔ بغاوت نہ ہو جائے۔ کیا امان اللہ خان کی حالت آپ کو بھول گئی ہے۔ میں نے انہیں کہا۔ اگر امان اللہ خان سے بدتر حالت ہو جائے۔ جب بھی میں نہیں ڈرتا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ چونکہ میرے کام

اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے ماتحت

ہیں۔ اس لئے

فرشتے میرے مددگار ہیں

پس کوئی بھی میری ایسی مخالفت نہیں کر سکتا۔ جس سے میں تباہ ہو جاؤں۔ باقی شورش وغیرہ سے تو وہ ہی ڈر سکتا ہے جس کے نزدیک کامیابی کا معیار آدمیوں کی تعداد ہو۔ میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بعض انبیاء ایسے گذرے ہیں جن کی وفات پر صرف ایک شخص ان پر ایمان لانے والا تھا۔ پس اگر میرے ساتھ دو آدمی بھی رہ جائینگے جب بھی میں ان انبیاء سے زیادہ کامیابی حاصل کرنے والا ہونگا پس یہ فضول بات ہے۔ کہ کہا جائے۔ اس طرح کیا تو یہ ہو جائیگا میں کسی سے ڈر کر اسلامی شعائر کی بے حرمتی کے لئے ہرگز تیار نہیں ہو سکتا۔ اگر سکول بند ہو گیا۔ تو کیا ہوگا۔ ہمارے پاس کالج نہیں۔ تو کیا ہوا۔ کیا ہم بغیر اس کے مر گئے ہیں جب یہ مدارس اس مقصد کو پورا کرنے والے ثابت نہ ہوں۔ جن کے لئے قائم کئے گئے تھے۔ تو پھر ان کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پس میں

نظارت کو ذمہ وار

قرار دیتا ہوں۔ کہ وہ اس بات کی طرف خاص خیال رکھے اس کی بے رغبتی اور اس سے قبل صدر انجمن کی بے توجہی نے رغبت دین کو کم کر دیا ہے۔ حالانکہ اگر دینی پہلو پر زور دیا جاتا۔ تو طلبا کے اندر

زندگی کی روح

نظر آتی۔ ان میں نماز کی باقاعدگی۔ تہجد وظائف اور ذکر الٰہی پر زور دینا چاہیئے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ جب میں درس دیتا ہوں۔ اس وقت تو شرم کے مارے لوگ آجاتے ہیں۔ لیکن جب کوئی دوسرا دے۔ تو استاد طلبا کو روکتے ہیں۔ کہ چلو کھیلو جس سے معلوم ہوا میرے درس میں بھی وہ خدا کے لئے نہیں۔ بلکہ میرے منہ کے لئے آتے ہیں۔ لیکن ایسے عمل کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

طلبا کو چاہیئے

اپنے اندر دین کی روح پیدا کریں۔ میں نے پہلے ایک بار توجہ دلائی تھی۔ تو اس کا بہت اثر ہوا تھا۔ بعض طلبا جو داڑھیاں منڈاتے تھے۔ انہوں نے رکھ لیں۔ بعض سگریٹ پیتے تھے۔ انہوں نے چھوڑ دیئے۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے۔ پھر یہ وبائیں پیدا ہو رہی ہیں

پس میں پھر انہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ

اپنی اصلاح آپ کریں

انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ ان سے چھوٹی عمر کے طلبا دینی کام کرتے رہے ہیں۔ میں خود جب ۱۲۔۱۳ سال کا تھا۔ تو میں نے انجمن تشحیذ الاذہان قائم کی تھی۔ اور ۱۷ برس کی عمر میں میں اس رسالہ کا ایڈیٹر تھا۔ کئی ایسے طالب علم ہیں۔ جو اس سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ جو مجھے اس وقت تھا۔ خدا تعالیٰ نے انہیں مجھ سے بڑھکر کام کرنے کی قابلیت دی ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اچھی صحت دی ہے۔ اگر وہ چاہیں۔ تو خوب کام کر سکتے ہیں پھر

باہر کی جماعتوں کو

بھی جنہوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔ متوجہ کرتا ہوں کہ وہ نہ صرف خود دینی کاموں میں حصہ لیں۔ بلکہ اپنے بچوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کیا کریں۔ اپنے اپنے ہاں

ہر ہفتہ جلسے

کریں۔ بعض لوگ کہدیتے ہیں۔ جی ہم کیا کریں۔ ہماری جماعت کے بڑے لوگ شامل نہیں ہوتے۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ

اصل میں بڑا

وہ ہے۔ جو دین کے کام میں تعاون کرتا ہے۔ جو اگر ہمارے ساتھ بیٹھ کر دینی امور کے لئے خدمات ادا کرنے کو تیار نہیں۔ وہ ہرگز بڑا نہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ دنیاوی عزت بھی ایک چیز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا۔ کونسی قوم زیادہ عزت والی ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ جو قومیں پہلے معزز تھیں۔ وہ ایمان لانے کے بعد بھی معزز ہیں۔ تو جو شخص عزت رکھتا ہے۔ اور ساتھ ہی دینی کام میں ہمارے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ وہ تو بے شک ہمارے نزدیک بڑا ہونا چاہیئے۔ اور اس کا اعزاز اور احترام واجب ہے۔ لیکن جو ایسا نہیں کرتا۔ وہ کوئی معزز نہیں۔ کیونکہ

صرف دنیاوی وجاہت

کوئی قابل عزت چیز نہیں۔ جو لوگ اس خیال سے کام چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ کہ بڑے ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوتے۔ ان کے نزدیک گویا روحانی فضیلت کوئی چیز نہیں۔ اور دنیاوی عزت ہی اصل بڑائی ہے۔ ورنہ جو شخص یہ سمجھ لے۔ کہ میں خدا کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ اور اصل عزت دینی خدمت میں ہے۔ وہ پھر اس بات سے کیونکر گھبرا سکتا ہے۔ کہ کوئی بیرسٹر یا ڈپٹی میرے ساتھ شامل نہیں ہوتا۔ اسے خود اپنے آپ کو ان سے بڑا سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ جب یہ کہا جائے۔ کہ بڑے آدمی ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوتے۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ بڑائی دین کے باہر ہے۔ مگر یہ قطعاً غلط بات ہے۔ میں تو ایسے بڑے لوگوں کو

مؤلفۃ القلوب

کہا کرتا ہوں۔ بعض نادان کہدیتے ہیں۔ آپ بڑوں سے خاص سلوک کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سمجھتے نہیں۔ قرآن کریم نے بھی

ان کا خاص حصہ رکھا ہے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ کہ کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ یا علیؓ کو اتنا مال دیا۔ جتنا مؤلفۃ القلوب کو دیتے تھے۔ پس یہ کہنا کہ فلاں سے زیادہ سلوک کیا جاتا ہے۔ اپنے

ایمان سے ٹھٹھا

کرنا ہے۔ ہاں اگر مؤلفۃ القلوب بھی ترقی کر کے ایمان کے درجہ پر آجائیں۔ تو پھر ان سے بھی مساوی سلوک ہوگا ہر ایک کو یہ خیال کرنا چاہئے۔ کہ میں نے

خدا کے لئے کام

کرنا ہے۔ کسی بڑے آدمی کے لئے نہیں کرنا۔ اگر ایسے مفروضہ بڑے آدمی احمدی نہ ہوتے۔ تو جب بھی ہم نے کام کرنا تھا۔ خدا کی نظر میں سب برابر ہیں۔ دنیا وی عزت رکھنے والے ہمارے نزدیک اسی وقت بڑے ہونگے۔ جب دینی روح بھی ان کے اندر پیدا ہو جائے یہ

بڑائی کا معیار

مختلف مقامات پر مختلف ہوتا ہے۔ ایک جگہ گرداور کو بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اور وہاں کے لوگ شکائت کرتے ہیں۔ کہ گرداور صاحب دینی کاموں میں حصہ نہیں لیتے۔ لیکن دوسری جگہ کوئی نائب تحصیلدار ہوتا ہے۔ اور وہ حصہ نہیں لیتا۔ تو اسے بڑا آدمی قرار دے کر شکایت کی جاتی ہے۔ اور شکایت کرنے والا خود گرداور ہوتا ہے۔ وہاں وہ اپنے آپ کو چھوٹا اور نائب تحصیلدار کو بڑا سمجھتا ہے۔ اسی طرح اگر کہیں کوئی احمدی ڈپٹی ہو۔ جو دینی کاموں میں حصہ نہ لے۔ تو اسے بڑا قرار دے کر اس کی شکایت کی جاتی ہے۔ اس طرح بڑائی کا معیار بدلتا رہتا ہے۔ ایک جگہ جسے بڑا سمجھا جاتا ہے۔ دوسری جگہ وہی اپنے آپ کو چھوٹا قرار دے لیتا ہے۔ دراصل اس قسم کی بڑائی اسلام کے نزدیک کوئی بڑائی نہیں۔ اسلام اسی کو بڑا قرار دیتا ہے جو دین میں بڑا ثابت ہو۔

پس دوستوں کو اپنے اپنے مقام پر تبلیغ کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ میں نے جلسہ پر اعلان کیا تھا۔ کہ میں چھوٹے چھوٹے

تبلیغی اشتہار

شائع کرونگا۔ جو مختصر ہوں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں شائع ہوتے تھے۔ اس سلسلہ کا پہلا اشتہار قریباً مکمل ہو چکا ہے۔ لیکن اس کام کے لئے ہمارے پاس کوئی بجٹ نہیں۔ اس لئے یہ کام اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب دوست اس کی طرف توجہ کریں۔ میرا اندازہ ہے۔ غالباً پانچ چھ ہزار روپے خرچ ہونگے۔ پس قادیان اور باہر کی جماعتوں کو چاہئے۔ تحریک کر کے اس کی اشاعت کا انتظام کریں۔ میری غرض یہ ہے۔ کہ

زیادہ سے زیادہ اشاعت

کی جائے۔ ان میں سب باتیں علمی نہیں ہونگی۔ بلکہ کچھ علمی دلائل ہونگے۔ اور کچھ جذباتی رنگ ہوگا جس میں بتایا جائیگا۔ کہ زمانہ کی حالت بتا رہی ہے۔ اس وقت کسی

مصلح کی ضرورت

ہے۔ اور اس کی جماعت میں شامل ہوئے بغیر ترقی ممکن نہیں۔ میرے نزدیک یہ ایک لاکھ یا کم سے کم ۵۰ ہزار شائع ہونا چاہئے اس لئے ہر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اپنی جگہ پر انتظام کر کے اس کی خریداری کے لئے نظارت دعوت و تبلیغ کے پاس آرڈر بھیج دیں۔

میں نے ہر رنگ میں اس پہلو پر غور کیا ہے۔ اور آخر اسی نتیجہ پر پہونچا ہوں۔ کہ

سلسلہ کی ترقی کے بغیر

اسلام کا بچاؤ نہیں پہلے یہ بات ایمان کی بنا پر تھی۔ مگر اب مشاہدہ بھی ہو گیا ہے۔ میں نے خود بھی مل کر اور دوستوں کو ملاقاتوں کے لئے بھیج کر معلوم کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے اندر قربانی کرنے کی روح مٹ چکی ہے۔ اور ہر کسی کو اپنے نفس کی بڑائی کا ہی خیال ہے۔ اسلامی ہمدردی سے کوئی کام نہیں کر رہا۔ لاکھوں میں شاید کوئی ایک ایسا آدمی مل جائے۔ جس پر

اسلام کی محبت

کا چھینٹا پڑا ہو۔ مگر احمدی جماعت کا ہر فرد الا ماشاء اللہ کیونکہ ہر جماعت میں کمزور بھی ہوتے ہیں تاہم ہمارے کمزور بھی دین کی خدمت کے لئے دوسروں سے بڑھکر ہوتے ہیں۔ وہ جن کے متعلق ہم شبہ کرتے ہیں۔ کہ شاید منافق ہوں۔ جب غیروں میں جاتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں۔ ایسے اولیاء اللہ ہم نے کبھی دیکھے نہیں۔ یہی روح ہے۔ جس سے سلسلہ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ روح جماعت میں داخل ہو کر ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ میں زیادہ بولنا نہیں چاہتا تھا لیکن مدرسہ کے معاملہ نے مجھے جوش دلا دیا۔ اور اب میں تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ میں اللہ تعالےٰ سے

دعا

کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اس فرض کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو اس نے ہمارے ذمہ لگایا ہے۔ حتےٰ کہ ہمارے بوڑھے جوان بچے۔ عورت۔ مرد۔ لڑکے۔ لڑکیاں۔ دنیا کے اندر

مفید وجود

ثابت ہو سکیں محض ہماری پیدائش دنیا کے لئے مفید نہیں ہو سکتی جب تک ہمارا وجود مفید نہ ہو۔

سانڈھن میں آریوں کی ناکامی

مورخہ ۶ ؍دسمبر ۱۹۲۹ء کو کرن سنگھ نامی مرتد کا لڑکا فوت ہوا آریوں نے اس کی لاش کو جلانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ روپوں کا لالچ دیا۔ بہت کچھ منت سماجت کی۔ مگر وارثوں نے ایک نہ سنی۔ اور یہ کہتے ہوئے۔ کہ ہم لوگ اپنے قدیم مذہب پر قائم ہیں۔ ہم کو آریہ دھرم سے کوئی واسطہ نہیں۔ مردہ کو قبرستان میں دفن کر دیا۔

(۲) مورخہ ۸ ؍دسمبر ۱۹۲۹ء بوقت شام لکھمی سنگھ آریہ ملکانہ کی لڑکی کی برات آئی۔ اور لڑکی کی شادی حسب سابقہ طریقہ پر نکاح سے ہوئی۔ (خاکسار عبدالحی عارف)

حصہ وصیت کی ادائیگی

نومبر اور ۳۱ ؍دسمبر ۱۹۲۹ء تک جن مخلصین نے اپنی وصیت کا کل روپیہ یا اس کا کوئی جزو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مالی حالت کو مضبوط کرنے کی غرض سے ادا کیا ہے۔ ان کے نام شکریہ کے ساتھ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ تا ان کے نمونہ سے دوسرے احباب جماعت بھی فائدہ اٹھائیں۔ اور انہیں بھی توفیق ملے۔ کہ وہ اپنی زندگی میں ہی حصہ وصیت دے سکیں۔ اور اشاعت اسلام کا کام جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ عمدگی سے انجام پا سکے۔

(۱) میاں کریم بخش صاحب زمیندار نابھہ (جزو) صہ ر
(۲) مولوی فضل الٰہی صاحب قادیان۔ مار
(۳) مسماۃ رسول بی بی صاحبہ اہلیہ مولوی فضل الٰہی صاحب قادیان (جزو) عہ
(۴) میاں کرم الدین صاحب چکوال (جزو) معہ
(۵) زینب بی بی صاحبہ بیوہ بوٹا سکنہ مانگا۔ ضلع سیالکوٹ ۱/۴ حصہ عہ
(۶) مریم بی بی صاحبہ کرم پورہ ضلع شیخوپورہ۔ سالم حصہ۔ للعہ
(۷) چوہدری کرم الٰہی صاحب کرم پورہ (جزو) مجہ ر
(۸) بابو سراج دین صاحب اسٹیشن ماسٹر پاچورہ (جزو) [illegible] روپیہ
(۹) امیر الدین صاحب گجرات (جزو) صلعہ
(۱۰) سید محمد حسین شاہ صاحب پاکپتن (جزو) صہ
(۱۱) ڈاکٹر عبدالکریم صاحب متھرا سب اسسٹنٹ سرجن (جزو) صہ
(۱۲) اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم امرتسر بقیہ رقم [illegible] روپیہ
(۱۳) سردار بی بی صاحبہ کوٹ بھائی خان ضلع شاہپور۔ ماعہ
(۱۴) فیض اللہ خانصاحب لگر ولمڑبی ضلع ڈیرہ غازیخاں (جزو) علعہ
(۱۵) میاں محمد ابراہیم صاحب سنور۔ سالم حصہ۔ صہ
(۱۶) مسماۃ شہزادہ بیگم صاحب عرف سجادہ بیگم صاحبہ زوجہ سید حیدر شاہ صاحب ساکن منڈیر۔ گجرات۔ سالم حصہ صعہ ۱۱/۲
(۱۷) چوہدری سردار خانصاحب بھاگا بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ (جزو) ماعہ
(۱۸) اہلیہ صاحبہ مستری محمد عیسےٰ صاحب سکنہ زیرہ ضلع فیروزپور (جزو) صلعہ

(سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی قادیان دارالامان)

موضع چٹھہ میں انجمن احمدیہ

موضع چٹھہ فوجدار خان ضلع ملتان میں انجمن احمدیہ قائم ہوئی۔ اور ایک عام اجلاس میں حسب ذیل اصحاب کارکن منتخب ہوئے۔

پریزیڈنٹ۔ چوہدری امام الدین صاحب۔ سکرٹری تعلیم و تربیت چوہدری نظام الدین صاحب۔ سکرٹری مال۔ چوہدری علی محمد صاحب

انجمن احمدیہ علی پور

اس انجمن کے کارکن حسب ذیل اصحاب قرار پائے۔

پریزیڈنٹ۔ چوہدری غلام غوث صاحب سکرٹری مال چوہدری میر احمد صاحب سکرٹری تعلیم و تربیت۔ چوہدری کریم بخش صاحب

حضرت امام جماعت احمدیہ کے حضور ایک پیکر اخلاص و محبت کے

پاکیزہ جذبات

پریذیڈنٹ صاحب جماعت احمدیہ سماٹرا کی تقریر

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کا تبصرہ

۱۰۔ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء جناب سیٹھ ابوبکر صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سماٹرا نے اپنی روانگی سے ایک دن قبل احباب سے ملاقات کے لئے جو دعوتِ چائے دی۔ اس میں ملایا زبان میں باچشم تر ایک تقریر بھی فرمائی۔ تقریر کا حسب ذیل مفہوم مولوی رحمت علی صاحب مبلغ سماٹرا نے اُردو میں حاضرین کے گوش گذار کیا:۔ (ایڈیٹر)

گو میں اُردو میں ان الفاظ کا پُورا پُورا مفہوم بیان نہیں کر سکتا جو سیٹھ ابوبکر صاحب نے اس وقت بیان کئے ہیں۔ اول تو ترجمہ میں اصل زبان کا پورا مفہوم ادا کرنا مشکل ہے۔ دوسرے سیٹھ صاحب نے ملایا زبان کے وُہ خاص الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو دعوتوں کے موقعوں پر بولے جاتے ہیں۔ اور اُن کا ترجمہ اردو میں مَیں نہیں کر سکتا۔ تاہم سیٹھ صاحب کی تقریر کا عام مفہوم بیان کرتا ہوں:۔

انہوں نے اپنی تقریر میں پہلے آپ صاحبان کا

بہت بہت شکریہ

ادا کیا ہے۔ پھر یہ کہتے ہوئے کہ میں ایک دور کے ملک سے مسافر کی حیثیت سے یہاں آیا تھا۔ کسی سے جان پہچان نہ تھی۔ کوئی واقف نہ تھا۔ لیکن جب میں قادیان پہونچا۔ تو ایسا معلوم ہوا۔ میں مسافر نہیں۔ بلکہ

آپ لوگوں کا بھائی

ہوں۔ آپ لوگوں نے مجھے بھائیوں کی طرح رکھا۔ بھائیوں کا سا سلوک کیا۔ اور اپنا بھائی سمجھا۔ اس سے میں نے جرأت کی۔ کہ میں یہاں سے روانہ ہونے سے قبل اپنے بھائیوں کو

ایک مجلس میں

بلاؤں۔ اور ان سے ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ سو آپ لوگ اس وقت میری دعوت پر تشریف لائے۔ میں اس تکلیف فرمائی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ گو میری زبان اَور ہے۔ اور میں اپنی زبان آپ صاحبان کو سمجھانے سے قاصر ہوں۔ تاہم میرے دل میں جو جذبات موجزن ہیں انہوں نے مجھ مجبور کیا۔ کہ میں انہیں پیش کروں۔ میں وُہ الفاظ اور وُہ زبان نہیں رکھتا۔ جس سے اپنے

قلبی جذبات و احساسات

کا پوری طرح اظہار کر سکوں۔ اور آپ صاحبان کو اپنی حالت سے آگاہ کر سکوں۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ یہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ کہ میں نے یہاں آنے سے قبل یہاں کی زبان نہ سیکھی۔ اب میں کوشش کروں گا۔ کہ اُردو سیکھوں۔ اس وجہ سے مجھے

ملایا زبان میں

ہی اس وقت تقریر کرنے کی ضرورت پیش آئی ۔

جس وقت میں آپ صاحبان میں آیا۔ آپ مجھے نہ جانتے تھے نہ میں آپ لوگوں کو جانتا تھا۔ لیکن باوجود اس کے جس محبت۔ جس اخلاص اور جس پیار سے آپ لوگ میرے ساتھ پیش آئے۔ وُہ بے نظیر نمونہ تھا۔ اور اس سے میرے ایمان کو

بہت تقویت

حاصل ہوئی۔ اور مجھے حق الیقین ہو گیا۔ کہ جس انسان کی قوت قدسیہ کا آپ لوگ نمونہ ہیں۔ وُہ واقعی مسیح موعود اور خدا تعالےٰ کا سچا نبی تھا افسوس میں یہاں کی زبان نہ جانتا تھا۔ اس لئے میں نے جو کچھ حاصل کیا۔ دیکھ کر ہی کیا۔ کاش میں زبان بھی جانتا۔ اور اس صورت میں مجھے اس سے بھی زیادہ فیوض حاصل کرنے کا موقعہ ملتا۔ جیسا کہ اب ملا۔ میں

آپ صاحبان سے التجا

کرتا ہوں۔ میرے لئے دعا کریں۔ کہ زبان نہ جاننے کی وجہ سے میں جن فیوض سے محروم رہا۔ انہیں خدا کے فضل سے حاصل کر سکوں۔ اور وُہ برکات مجھے نصیب ہو جائیں۔ جن کا خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کے لئے وعدہ کیا ہے۔ نیز یہ بھی دعا کریں۔ کہ جو کچھ میں نے یہاں حاصل کیا ہے۔ وُہ ضائع نہ ہو بلکہ اُسے میں دوسروں تک بھی پہونچا سکوں۔ اور میں اپنے ملک کے لئے بلکہ ساری دنیا کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا نمونہ بنوں:۔

میں نے احمدیت میں جو بات دیکھی وُہ یہ ہے۔ کہ

احمدیت چاہتی ہے۔

تمام دنیا کے انسان آپس میں بھائی بھائی ہوں۔ یہی نمونہ میں نے یہاں دیکھا۔ اور اسے اپنے دل پر نقش کر کے ساتھ لئے جا رہا ہوں۔ مجھے یہاں یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ کون کس کا رشتہ دار ہے۔ اور کون کس کا عزیز۔ کون کسی کا قریبی ہے۔ اور کن میں رشتہ داری کے تعلقات ہیں۔ ہر لحظہ اور ہر وقت میں نے یہی دیکھا۔ کہ سب کے سب آپس میں سگے بھائی ہیں۔ اور

ایک خاندان کے افراد

کی طرح یہاں رہتے ہیں۔ میں آپ صاحبان سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ مجھے بھی اپنا بھائی خیال کریں۔ اور مجھے بھی اس خاندان کا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم کیا ہے۔ ایک فرد سمجھیں:۔

اس کے بعد میں

مدرسہ احمدیہ کے اُستادوں کا شکریہ

ادا کرتا ہوں۔ جو سماٹرا کے طلباء کی تعلیم و تربیت کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ اب چونکہ میں ان کا ایک بھائی ہوں۔ اس لئے جرأت سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وُہ ہمارے ملک کے لڑکوں کو اس عمدگی سے تیار کریں۔ کہ وُہ مذہبی میدان جنگ میں

فتح نصیب جرنیل

ثابت ہوں۔ ان بچوں نے ایک ایسے محاذ پر کام کرنا ہے۔ جو بہت سخت ہے۔ اس لئے انہیں ایسے ہتھیاروں سے مسلح کر دیں۔ کہ جب یہ اس لڑائی میں پہونچیں۔ تو وہاں چمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ کھڑے ہوں اور کامیابی کے ساتھ بغل گیر ہوں:۔

اس کے بعد میں

مبلغین جماعت احمدیہ کا شکریہ

ادا کرتا ہوا عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ دنیا میں اصل سلامتی اور امن پھیلانے والے ہیں۔ آپ بھی میرے لئے دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالےٰ مجھے بھی حقیقی سلامتی میں داخل کرے۔ اور توفیق دے۔ کہ دوسروں کو بھی میں اس سلامتی میں داخل کر سکوں:۔

اس کے بعد میں آپ صاحبان سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھے ہرگز نہ بھولیں۔ جس طرح میرے دل میں آپ صاحبان کی محبت ہے اور اس محبت کا ایک جوش دل میں پاتا ہوں۔ اسی طرح امید رکھتا ہوں آپ بھی مجھے اپنے دل میں جگہ دینگے۔ اور دعا کریں گے۔ کہ احمدیت کی کامیابی کے لئے جو جو باتیں میرے مدنظر ہیں۔ ان میں خدا تعالےٰ مجھے کامیاب کرے۔ اس وقت میں آپ صاحبان اور حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے

اقرار

کرتا ہوں۔ میں اپنی جان و مال۔ ہمت اور طاقت سے احمدیت کی کامیابی کے لئے پوری پوری کوشش کروں گا۔ آپ صاحبان اس بات کے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے سامنے گواہ رہیں ؂

گو میں کل جاؤنگا۔ مگر آپ صاحبان یہ خیال نہ کریں۔ کہ میں قادیان کو یا آپ صاحبان کو بھول جاؤں گا۔ بے شک کل میرا جسم یہاں سے جا رہا ہے۔ لیکن دل یہیں رہے گا۔ میں نے جو محبت۔ جو الفت۔ جو اخلاص یہاں دیکھا۔ وہ مجھے کھینچ کھینچ کر کہہ رہا ہے۔ میں اس مقام کو نہ چھوڑوں۔ مگر میں چاہتا ہوں۔ میں نے جو کچھ یہاں دیکھا۔ وہ دوسروں کو بھی دکھاؤں اور انہیں بھی اس

چشمہ آب حیات

کا پتہ دوں۔ اس لئے یہاں سے جا رہا ہوں۔ آپ صاحبان دعا کریں۔ کہ خدا تعالےٰ یہاں مجھے بار بار آنے اور یہاں سے مجھے برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ؂

میں اس بات کا بھی آپ صاحبان کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ

مَیں کوئی عالم نہیں

لیکن یہ بھی یقین رکھتا ہوں۔ اگر آپ صاحبان دعا کریں۔ تو خدا مجھے وہ علم دے سکتا ہے۔ جس کا مقابلہ کوئی بڑے سے بڑا مخالف عالم بھی نہ کر سکے۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ تمام صاحبان میرے لئے سچے دل سے دُعا فرمائیں گے ؂

اس کے بعد میں

حضرت خلیفۃ المسیح سے باادب التجا

کرتا ہوں۔ کہ حضور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں آپ کی دُعائیں خاک کو اکسیر بنانے والی ہیں۔ میں حضور کی اس نوازش اور مہربانی کا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو حضور نے مجھ پر بیت الدعا میں بیٹھکر دعا کرنے کے متعلق فرمائی ہے۔ اس کا بدلہ میں کیا ادا کر سکتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ ہر وقت حضور کو اپنے قلب میں بٹھائے رکھوں۔ میں آپ پر اپنا مال۔ جان۔ عزیز اور اقارب

سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار

ہوں۔ میں احمدیت کے لئے ہر وہ قربانی جو میں کر سکتا ہوں کرونگا۔ اور جو کچھ میری طاقت میں ہے۔ اس سے دریغ نہ کرونگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ میں یہ اقرار حضور کے سامنے کرتا ہوں ؂

حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی تقریر

گو

میزبان کا فرض

تو ہم لوگوں کے ذمہ تھا۔ لیکن چونکہ سیٹھ ابوبکر صاحب کی خواہش تھی کہ میں انہیں موقعہ دوں۔ کہ وہ ان دوستوں کو جمع کر کے ان کا شکریہ ادا کر سکیں۔ جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں ان کا یہاں آنا ان کے لئے مفید بنایا۔ ان سے ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا۔ اس لئے میں نے انہیں اجازت دیدی۔ اس وقت ابوبکر صاحب نے اپنی زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ ہم ان کی زبان نہ سمجھتے تھے۔ اگر مولوی رحمت علی صاحب ان کی تقریر کا ترجمہ نہ کرتے تو بھی ان کے الفاظ

نہایت قیمتی

تھے۔ آپ لوگ جانتے ہیں۔ ایک شاعر اپنی نازک خیالیوں کو

کوئل کی کوکو

میں پڑھتا۔ اور اس کی آواز میں اپنے لئے پیغام سنتا ہے۔ وہ

بُلبل کی آواز

میں ایک معنی پاتا ہے۔ اور

قمری کی صدا

اسے ایسے مطالب کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ جو الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتے۔ پھر شاعر کے بعد شاعر دنیا میں آتا ہے۔ غزل گو کے بعد غزل گو آتا ہے۔ وہ سارے کے سارے اپنا زور صرف کرتے ہیں باوجود اس کے کہ دوسرے انسانوں کی نسبت اعلیٰ درجہ کے لسّان اور ادیب سمجھے جاتے ہیں۔ جس قدر ہماری زبان کے الفاظ کے ذخائر ہیں۔ وہ ان کے قبضہ میں ہوتے ہیں۔ اور جس طرح ایک ماہر فنون جنگ آلات کو مناسب موقعہ پر استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح

ایک شاعر اور غزل گو

بھی الفاظ کے ذریعہ اظہار مطالب کرتا ہے۔ مگر تمام ترانوں اور تمام غزل گویوں کے بعد ہر ایک شاعر یہی کہتا ہوا گذر جاتا ہے۔ کہ کوئل کی کوکو۔ قمری کی صدا اور بلبل کی آواز کا مفہوم ادا نہیں ہو سکا ؂

اس سے ظاہر ہے۔ کہ

اِنسانی نفس کی گہرائیوں میں

کسی تحریک سے جو خیالات اٹھتے ہیں۔ ان کے اظہار کے لئے مروجہ الفاظ کافی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کے ادا کرنے کی وُہ بے تاب حرکتیں اور بے معنی صدائیں ہی متحمل ہو سکتی ہیں۔ جو بغیر قبضہ اور تصرف کے آپ ہی آپ ظاہر ہوتی ہیں ؂

پس اگر ایک شاعر طلیق اللسان ہوتے ہوئے الفاظ کے استعمال کرنے کی پُوری قدرت رکھتے ہُوئے باوجود گہرا مطالعہ رکھنے کے۔ باوجود طبیعت پر پُورا پُورا زور ڈالنے کے۔ باوجود تنہائی اور خلوت میں کوشش کرنے کے۔ باوجود ویرانوں اور جنگلوں میں اس مضمون پر غور کرنیکے پُورے طور پر اسے ادا نہیں کر سکتا۔ اور یہی کہتا ہُوا گذر جاتا ہے۔ کہ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ نہ کہہ سکا۔ تو مولوی رحمت علی صاحب یا کسی اور سے کس طرح ممکن تھا۔ کہ

ابوبکر صاحب کے جذبات اور احساسات

کو پورے طور پر بیان کر سکتا۔ اور اس بات کی امید ہی کس طرح کی جا سکتی تھی۔ لیکن ان کی آواز بے اثر نہ رہی۔ اور نہ بے اثر رہ سکتی تھی اگر کوئل کی کوکو۔ بلبل کی صدا اور قمری کی آواز کوئی معنی اور مطلب رکھتی ہے۔ اور سننے والے کے دل میں اثر پیدا کرتی ہے۔ تو دور دراز سے آنے والے

ایک بھائی کی آواز

جس کے الفاظ خواہ ہم سمجھ نہ سکیں۔ کیوں ہم پر اثر نہ کرے گی۔ گو مولوی رحمت علی صاحب نے ان کی تقریر کا ترجمہ کر دیا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ اس ترجمہ سے بہت زیادہ قیمتی تھی۔ وُہ آواز۔ وُہ لہجہ اور وُہ تاثر جو ابوبکر صاحب کے چہرہ سے ظاہر ہو رہا تھا۔ اور جو یادگار کے طور پر قائم رہیں گے اور ہم کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے ایمان میں ان کی وجہ سے اسی طرح زیادتی ہوئی ہے۔ جس طرح ان کے ایمان میں قادیان آنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ

قادیان ایک نبی کا قائم کردہ مرکز ہے۔

اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ قادیان اس زمانہ کے مامور کا مولد اور مدفن ہے۔ اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ دُنیا کی آئندہ بہبُودی کے لئے خدا تعالےٰ نے اسے منتخب کیا ہے۔ اس لئے یہاں اخلاص اور تقوےٰ کی راہ سے ہر آنے والا اپنے

ایمان میں زیادتی

پاتا ہے۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ اس کا آنا ہمارے لئے بھی جو قادیان میں رہتے ہیں۔ ایمان کی زیادتی کا باعث ہوتا ہے۔ ہم نے ان

تمام مدارج

کو دیکھا جن میں سے قادیان آج تک گذرا۔ ہم نے اس وقت بھی قادیان کو دیکھا۔ جب یہ بہت ادنےٰ حالت میں تھا۔ اس وقت بھی دیکھا جب لوگ یہاں آتے۔ اور آ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے اس لئے گریہ وزاری کرتے۔ کہ ہمارے علاقہ میں کوئی احمدی نہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیغام حق کے پہونچانے کے لئے جو کوششیں کیں۔ انہیں دیکھا۔ پھر ان جوابوں کو بھی دیکھا جو مخالفوں کی طرف سے آپ کو دیئے جاتے۔ پھر

سب سے زیادہ اثر کرنے والی آواز

کو جو خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت اٹھائی گئی تھی۔ بے اثر ہو کر لوٹتے دیکھا۔ ہم نے اس صدا کو جو خدا تعالےٰ نے دنیا کو گونجا دینے کے لئے بلند کی۔ ایک وقت اس طرح بے کار ہوتے دیکھا۔ گویا وُہ کسی نہایت ہی ادنےٰ ہستی کی طرف سے بلند کی گئی ہے۔ مگر پھر اس آواز سے

باریک ترنم

کو دلوں میں جنبش کرتے بھی دیکھا۔ آہستہ آہستہ لوگوں کو اس کی طرف مائل ہوتے دیکھا۔ غرض ہر قدم جو ترقی کی طرف بڑھا۔ اسے دیکھا۔ اور ہر آنے والے کل میں برکتوں اور رحمتوں میں ترقی دیکھی۔ حتےٰ کہ ملکوں کے بعد ملک اور عالموں کے بعد عالم متاثر ہوتے دیکھے۔ مگر یہ ساری ترقیات ان

کلمات کی برکات

تھیں۔ جو آج سے پچاس سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے تھے۔ کہ ” دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خُدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا “

اب باہر سے یہاں آنے والوں کو یہ بات نظر آتی ہے۔ کہ یہاں

ترقیات اور رحمتوں کا خزانہ

ہے۔ مگر ہم نے اس خزانہ کو اپنی آنکھوں سے بڑھتے اور زیادہ ہوتے دیکھا۔ پس اس لذت کو ہمارے دل ہی جانتے ہیں۔ جب کسی غیر ملک سے کوئی شخص یہاں آتا۔ اور اس بات کا امیدوار ہوتا ہے۔ کہ ہمارے ذریعہ اپنے ایمان کو ترقی دے۔ تو اس کے ایمان کی ترقی ہماری باتیں سننے اور یہاں کی حالت دیکھنے کے بعد ہوتی ہے۔ مگر

ہمارے ایمان کی ترقی

اسکی شکل کو دیکھتے ہی ہو جاتی ہے۔ باہر سے آنے والا شخص سمجھتا ہے۔ ہم اس کے استاد اور معلم ہیں۔ لیکن ہم اس کے معلم پیچھے بنتے ہیں۔ اور وُہ ہمارے لئے پہلے استاد بنتا ہے۔ جب ہم اسے اخلاص سے قادیان میں داخل ہوتے دیکھتے ہیں۔ تو وُہ کلمات ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔ جنہیں دنیا ناممکن قرار دیتی تھی۔ پس جب کوئی شخص پہلے یکہ سے اترتا تھا۔ اور اب ریل گاڑی سے اترتا ہے۔ تو اس کی شکل دیکھتے ہی وُہ

ہمارا استاد

ہوتا ہے۔ اور ہم اس کے شاگرد۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ تو

ہم اس کے استاد

بنتے ہیں۔ اور وُہ ہمارا شاگرد۔ گویا یہ استاد و شاگرد کا تعلق باہمی ہے۔ ہم ہی باہر سے آنے والے کے استاد نہیں ہوتے۔ بلکہ وُہ بھی ہمارا استاد ہوتا ہے۔

ابوبکر صاحب نے جس اخلاص کا اظہار کیا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ان کے اس اخلاص کو قائم رکھے۔ اور اسے ترقی دے۔ اور ان کی ساری قوم میں پیدا کرے۔ وُہ

اپنی قوم کے لئے

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے رسول ہو کر جائیں۔ جس طرح پہلے مسیح کے رسول گئے تھے۔ بلکہ ان سے بہت بڑھ کر برکتوں اور نصرتوں کے ساتھ جائیں۔ کیونکہ ہمارا مسیح پہلے مسیح سے بہت بڑھکر ہے دنیا اس وقت

کفر اور الحاد

میں بھٹک رہی ہے۔ مذہب سے غفلت اور بے پرواہی پائی جاتی ہے۔ ہر طرف تاریک بادل رات کی ظلمت کی طرح چھائے ہوئے ہیں۔ محض اللہ تعالےٰ کا فضل اور رحم ہی انہیں پھاڑ سکتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ابوبکر صاحب اور دوسرے اصحاب کو جو سماٹرا سے یہاں آئے ہیں۔

سورج کی طرح روشنی

عطا کرے۔ تاکہ وُہ اپنے ملک کی تاریکی دور کر سکیں۔ اور ظلمت کے بادلوں کو پھاڑ دیں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ ان کے دل کی محبت رائگاں نہ جائے گی۔ بلکہ نتیجہ پیدا کرے گی۔ ہندوستان کے بعد جو ملک جلد جلد اس بات کے لئے قدم بڑھا رہا ہے۔ کہ احمدیت قبول کرے۔ اور بحیثیت قوم اور ملک

احمدیت کا جھنڈا

بلند کرے۔ وہ انہی کا ملک ہے۔ مبارک ہیں ان کی کوششیں۔ جو امید دلاتی ہیں۔ کہ اگر وُہ جاری رہیں۔ تو ہندوستان کے بعد ان کے ملک کا نمبر ہوگا۔ جو احمدیت میں ترقی کرے گا۔ بے شک اور ممالک ایسے ہیں۔ جہاں ان سے پہلے احمدیت پھیلی۔ مثلاً

افغانستان

ہے۔ جہاں کے لوگوں نے احمدیت کے لئے بہت قربانی کی۔ پھر افریقہ کے بعض علاقے ہیں۔ جہاں احمدیت پھیل رہی ہے۔ مگر جو چیز ان کے ملک میں نظر آتی ہے۔ وُہ اسے خاص طور پر ممتاز کر رہی ہے۔ افغانستان میں اس وقت تک بحیثیت جماعت ترقی نہیں ہوئی۔ بلکہ انفرادی ترقی ہے۔ افراد چاہے ہزاروں ہوں۔ یا لاکھوں لیکن افراد ہی ہیں۔ ابھی تک وُہ ملکی مشکلات کی وجہ سے جماعت کی شکل نہیں اختیار کر سکے۔ اسی طرح

افریقہ کے علاقوں میں

بھی ترقی ہو رہی ہے۔ مگر ابھی تک وہاں ایسا جوش نہیں پایا جاتا۔ کہ وہاں کے لوگ اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہونے کی کوشش کریں۔ ان میں ابھی تک یہ بات نہیں پائی جاتی۔ کہ مرکز سے تعلق پیدا کر کے ایسی قابلیت حاصل کریں۔ کہ خود اپنے ملک کے لئے راہ نما بن سکیں ابھی ان کی حالت چھوٹے بچوں کی سی ہے۔ ہم ان کی کوششوں کی قدر کرتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں۔ کہ وُہ بڑے ہو کر اپنا بوجھ آپ اٹھا سکیں گے۔ لیکن فی الحال کام کے لحاظ سے گو وہاں پہلے سے تبلیغ شروع ہے۔ مگر

سماٹرا اور جاوا

ان سے آگے نکل رہے ہیں۔ اور کچھ بعید نہیں۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں ہندوستان کی طرح جماعتیں قائم ہو جائیں۔ اور

مشرق بعیدہ میں

احمدیت پھیلانے کا موجب ہوں۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ ان کی کوششوں میں برکت دے۔ اور جو کوششیں انہوں نے شروع کی ہیں۔ انہیں بڑھاتا جائے۔ میں اپنے

کل جانے والے بھائی کیلئے دُعا

کرتا ہُوں۔ اور انہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ ہماری خواہش۔ کوشش اور دُعا ان کے ساتھ ہوگی۔ میں دوستوں سے بھی درخواست کرتا ہوں۔ کہ وُہ بھی میرے ساتھ ملکر ان کے لئے دُعا کریں۔

اس کے بعد سارے مجمع نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا کی۔ اور پھر جلسہ برخاست ہُوا سیٹھ ابوبکر صاحب نے سب سے مصافحہ اور بعض سے معانقہ کیا۔

"ہماری جماعت کی عورتوں اور مردوں کو تیار رہنا چاہئیے کہ اگر ضرورت پڑے۔ تو ادنےٰ سے ادنےٰ کپڑا پہنیں۔ اور معمولی سے معمولی کھانا کھائیں۔ باقی سب کچھ خدا تعالےٰ کے لئے خرچ کر دیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

الفضل کے متعلق

اصـ ضـ

الفضل کے حجم کی زیادتی بلاشبہ ہمیں ممنون کرنے والی ہے کیونکہ یہی وہ چشمۂ آب بقا ہے۔ جو ہر آن ہمارے قلوب کو نئی زندگی بخشتا ہے۔ یہ صحافتی گوہر لاریب ہماری منزل ہستی کا رہبر اور ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ نہ صرف جماعت احمدیہ بلکہ کئی متلاشیانِ حق بھی اپنی تاریک زندگی کے لئے اسی کو مشعل راہ بناتے ہیں۔ مگر غور کرنے کی بات یہ ہے۔ کہ ایسے صحیفے کی وسعت کتنی ہونی چاہیئے۔ اور یہ کس قدر ترقی کا مستحق ہے۔ مجھے یہ جتلانے کی ضرورت نہیں کہ فی زمانہ اخبارات کتنے ضروری اور اہم چیز ہیں۔ با ایں ہمہ جب صفائی قلوب اور ترقی ایمان بھی کسی اخبار کے ذریعہ ہو تو ظاہر ہے ایسے اخبار کی طرف کسقدر توجہ دینی چاہیئے۔ اور اسی بنا پر الفضل کی اشاعت و ضخامت اس زمانہ میں کتنی زیادہ سے زیادہ چاہیئے۔ اس کے متعلق (۱) میں چاہتی ہوں۔ کم از کم امراء کا طبقہ ضرور متوجہ ہو اور اس کی سرپرستی کرے۔ باقی طبقہ متوسط حسب استطاعت اس کے مقررہ چندہ سے ضرور کچھ نہ کچھ زائد ادا کیا کرے۔ اور اسطرح بغیر فنڈ پر بوجھ پڑنے کے اس کی بہت کچھ ترقی ہو سکے گی۔ میں خود دس روپیہ سالانہ الفضل کا چندہ دیتی ہوں۔ (۲) خریدار بڑھانے کی طرف پوری توجہ دی جائے۔ (۳) ولادت۔ شادی وغیرہ مواقع پر جبکہ کئی بے نوا اس روز دیکھنے سننے سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ اپنے اِس آرگن کے غریب فنڈ کو ضرور یاد رکھا جائے۔ جیسا کہ الفضل نے بھی ایک مرتبہ اس پر توجہ دلائی تھی۔ اس فنڈ سے غربا کے نام اخبار جاری کیا جاتا ہے (۴) چونکہ الفضل کی آمد کی انتظار طبیعت کو بے حد ناگوار ہوتی ہے۔ اس زمانہ کے معمولی اخبار بھی کئی روزانہ شائع ہوتے ہیں یا پھر "سنڈے" اور "منتھلی ایڈیشن" الگ الیحدہ نکلتے ہیں الفضل اخبار کی جو تھے روز اشاعت کس قدر افسوسناک ہے پس سردست اسے ضرور ہی ہفتہ میں تین بار کر دینا چاہیئے۔ کم از کم اس ابتری کے زمانہ میں جبکہ ہم اپنے مقدس امام کی ہدایات اور مرکزی کارروائیوں سے جلد از جلد مطلع ہونے کے لئے بیقرار ہوتے ہیں۔ الفضل کی اشاعت میں اتنی ترقی ضرور ہو جانی چاہیئے۔ کیا میں امید کروں۔ کہ میری یہ تجویز ناکام نہ رہے گی۔ اور اہلِ ثروت بزرگ سلسلہ اس گذارش پر ضرور توجہ دیں گے۔ اور پیارے الفضل کی سرپرستی فرما کر ہم ثواب و ہم خرما کے مستحق ہونگے۔ امتہ الحفیظ بیگم از چوہڑ (۔۔۔)

الفضل۔ ارادہ تو یہی ہے۔ کہ جہاں تک جلد ممکن ہو۔ الفضل کو ہفتہ میں تین بار کر دیا جائے۔ لیکن اس کا بہت کچھ انحصار کارکنان الفضل کی نسبت ناظرین الفضل پر ہے۔ جس وقت بھی مالی پہلو سے وہ اطمینان دلائیں۔ اسی وقت تین بار کر دیا جائیگا۔ انشاء اللہ۔ تین بار ہونے کی صورت میں کم از کم ۱۲ صفحے حجم ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تعلیم عفو کے متعلق

حضرت مولوی شیر علی صاحب کی تقریر جو آپ نے جلسہ سالانہ پر فرمائی :۔

عفو کے معنے حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تقریر جلسہ مہوتسو میں فرماتے ہیں۔

"وہ کبھی انسان حملہ کے مقابل پر حملہ کرنا نہیں چاہتا۔ اور ظالم کے ظلم سے درگذر کرتا ہے۔ اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے۔ جس کو عفو اور ضبط کہتے ہیں"۔

عفو کے متعلق مسیحی تعلیم کا مقابلہ اسلامی تعلیم سے

عفو کی تعلیم جس طرح انجیل میں دی گئی ہے۔ اس پر مسیحیوں کو بڑا ناز تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام انجیل میں فرماتے ہیں:۔ "تم سن چکے ہو۔ کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیری دہنی گال پر طمانچہ مارے۔ دوسری بھی اس کی طرف پھیر دے"۔

یہ وہ تعلیم ہے جس کو بڑے فخر کے ساتھ دنیا کے آگے پیش کیا جاتا تھا۔ کہ سب سے بلند پایہ کی اخلاقی تعلیم ہے۔ جو مسیح نے دنیا کو سکھائی۔ باقی سب تعلیمیں اس سے نیچے ہیں عیسائیوں کے نزدیک یہ تعلیم اخلاقی تعلیم کا اعلےٰ معراج سمجھی جاتی تھی۔ اور ان کو اس پر بڑا ناز تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تعلیم پر ایسے طریق سے جرح کی۔ کہ وہ چیز جس پر مسیحیوں کو اس قدر فخر تھا۔ ان کے لئے شرمساری کا موجب ہو گئی۔ آپؑ نے اخلاق کا ایک ایسا فلسفہ پیش کیا جس کو ایک عقلمند انسان سُنکر حیران رہ جاتا ہے۔ اور جس سے جہاں ایک طرف اسلامی تعلیم کا کامل اور اعلےٰ درجہ کی حکمت پر مبنی ہونا ثابت ہوتا ہے دوسری طرف مسیحی تعلیم کا نہ صرف حکمت سے خالی ہونا بلکہ نوع انسان کے لئے نقصان دِہ اور انسانی سوسائٹی کا مخرب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اوّل۔ آپ نے اخلاق کے متعلق ایک مغالطہ کو دُور فرمایا۔ آپ نے اِس امر کو واضح فرمایا۔ کہ بعض طبعی حالتیں ہوتی ہیں۔ جن کو غلطی سے اخلاق سمجھا جاتا ہے۔ انسان کے دِل میں جس قدر قوتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً سخاوت، رحم، عفو، صبر، احسان وغیرہ۔ یہ سب طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں۔ اور صرف اسی وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ کہ جب محل اور موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے۔

طبعی حالتیں جب تک اخلاق کے رنگ میں نہ آئیں وہ کسی طرح انسان کو قابل تعریف نہیں بنا سکتیں۔ کیونکہ وہ دوسرے حیوانات بلکہ جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ دِل کا غریب ہونا یا دِل کا حلیم ہونا یا صلح کار ہونا یا ترک شر کرنا اور شریر کے مقابل پر نہ آنا یہ سب طبعی حالتیں ہیں جو ایک نااہل کو بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ جو اصل سرچشمہ نجات سے بالکل بے نصیب ہو۔ طبعی حالات جب تک عقل اور معرفت کے مشورہ سے صادر نہ ہوں۔ گو وہ کیسے ہی اخلاق سے مشابہ ہوں۔ درحقیقت اخلاق نہیں کہلا سکتے۔ جیسا کہ اگر ایک کُتے یا ایک بکری میں اپنے مالک کے ساتھ محبت یا انکسار کا اظہار ہو تو نہ اُس کُتے کو خلیق کہہ سکتے ہیں۔ نہ اس بکری کا نام مہذب الاخلاق رکھ سکتے ہیں۔ ایسا ہی شیر خوار بچوں اور دیوانوں سے بعض اوقات ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔ جو اخلاق سے مشابہ ہوتی ہیں۔ مگر کوئی عقلمند آدمی ان کا نام اخلاق نہیں رکھتا کیونکہ وہ حرکات عقل اور موقعہ شناسی کے چشمہ سے نکلی ہوئی نہیں ہوتیں۔ بلکہ بعض بیرونی تحریکات سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ طبعی حالتوں اور حقیقی خُلق میں یہ فرق ہے کہ حقیقی خلق موقعہ اور محل کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

مگر انجیل میں عفو کے متعلق جو تعلیم دی گئی ہے۔ وُہ اخلاقی تعلیم کہلانے کے لائق نہیں۔ کیونکہ اس میں موقعہ اور محل کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ بلکہ ہر حالت میں عفو کی تعلیم دی گئی ہے۔ پس یہ تعلیم انسان کو حیوانوں اور دیوانوں کے دائرہ سے اوپر نہیں لے جاتی۔

پس اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجیل کی تعلیم کا ناقص ہونا طبعی حالتوں اور حقیقی خُلق کے درمیان فرق ظاہر کر کے ثابت کیا ہے۔ دوئم آپؑ نے انجیلی تعلیم کا ناقص ہونا اس طور پر بھی واضح کر دیا ہے۔ کہ خلق صرف حلیمی مالکساری اور مسکینی کا نام نہیں۔ بلکہ خلق اس کا نام ہے۔ کہ جس قدر قوتیں اللہ تعالےٰ نے انسان کو دی ہیں۔ ان سب کو اپنے محل اور موقعہ پر صحیح طور پر استعمال کیا جائے۔ آپؑ نے یہ بتایا۔ کہ جس قدر قوتیں اللہ تعالےٰ نے انسان کو عطا کی ہیں۔ ان میں سے کوئی قوت بھی بُری نہیں۔ بلکہ ان قوتوں کا نیک یا بد استعمال ہے۔ جو ان کو اچھا یا بُرا بنا دیتا ہے۔ جن قوتوں کو اچھا سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی غلط استعمال سے بُری ہو جاتی ہیں۔ اور جن قوتوں کو بُرا سمجھا جاتا ہے ان کا بر محل استعمال ان کو اعلےٰ درجہ کا خلق بنا دیتا ہے۔ پس اس اصول کے رُو سے محض عفو کوئی اچھی چیز نہیں۔ جب تک اس کو موقعہ اور محل پر استعمال نہ کیا جائے۔ اور نہ انتقام اپنی ذات میں کوئی بُری چیز ہے۔ اس کا غلط استعمال ہے۔ جو اس کو بُرا بنا دیتا ہے۔ اگر اس کو اپنے محل اور موقعہ پر استعمال کیا جائے۔ تو وہی اعلےٰ درجہ کا خلق بن جاتا ہے۔

انجیلی عفو میں نقص

پس انجیل کی تعلیم میں یہ نقص ہے۔ کہ محض عفو پر زور دیا گیا۔ اور انتقام کی قوت کو بالکل متروک کر دیا گیا۔ گویا یہ ایک بُری قوت ہے۔ پس انجیلی تعلیم اس وجہ سے ناقص ہے کہ اس میں صرف ایک شاخ پر زور دیا ہے۔ مگر اسلام انسانی قویٰ کی تمام شاخوں کی تربیت کرتا ہے۔ اور ہر ایک کو عقل اور معرفت کی روشنی میں اپنے اپنے موقعہ پر استعمال کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اِس لئے اسلام کی تعلیم کامل ہے۔ اور انجیل کی ناقص۔

عفو کی تعلیم بھی قرآن شریف کے کامل ہونیکا ایک ثبوت ہے

آپنے فرمایا۔ کہ قرآن شریف ایک کامل کتاب ہے۔ اور اس میں تمام صداقتیں اکمل اور اتم طور پر موجود ہیں۔ اس دعوے کے ثبوت میں آپ کبھی کوئی صداقت بیان نہیں فرماتے تھے۔ مگر اس کو قرآن شریف کے حوالہ کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ تا یہ ظاہر ہو کہ وہ کوئی بات اپنی طرف سے پیش نہیں کر رہے۔ بلکہ قرآن شریف ان صداقتوں کو خود پیش کرتا ہے۔ چنانچہ آپ نے انجیل کی تعلیم کو ناقص اور اسلامی تعلیم کو کامل ثابت کرنے کے لئے جو اصل

پیش کئے۔ تو انکی تائید میں بھی قرآنی آیات کو ہی پیش کیا۔ چنانچہ ان میں سے بعض آیات یہ ہیں۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ۔ یعنے بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے۔ جو کی گئی ہو۔ لیکن جو شخص گناہ کو بخشدے اور ایسے موقع پر بخشے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو۔ کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو یعنے عین عفو کے محل پر ہو نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائے گا۔ اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ قرآنی تعلیم یہ نہیں۔ کہ خواہ نخواہ اور ہر شر کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دی جائے۔ بلکہ یہ تعلیم ہے۔ کہ دیکھنا چاہیئے۔ وہ محل اور موقع گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا ہے پس مجرم کے حق میں اور نیز عام خلائق کے حق میں جو کچھ فی الواقعہ بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔ بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے توبہ کرتا ہے۔ اور بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے اور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کی طرح صرف گناہ بخشنے کی عادت مت ڈالو بلکہ غور سے دیکھ لیا کرو۔ کہ حقیقی نیکی کس بات میں ہے۔ بخشنے میں یا سزا دینے میں۔ پس جو امر محل اور موقعہ کے مناسب ہو وہی کرو۔

دوسری آیت جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے انجیلی تعلیم کے مقابل میں اسلامی تعلیم کے افضل ہونے کے ثبوت میں پیش کیا ہے یہ ہے۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین۔ یعنے اگر تم ایذا کے بدلے ایذا دو تو اسی قدر دو جس قدر تم کو ایذا دی گئی۔ اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنا ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو سزا دینے میں دلیر ہیں۔ اور حد سے گذر جاتے ہیں۔ یعنی محل اور موقعہ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ اس آیہ کریمہ میں اس امر کی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ سزا میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ سزا دینے سے پہلے ٹھنڈے دل کے ساتھ اس امر پر غور کر لینا چاہیئے۔ کہ یہاں سزا مناسب ہے یا عفو اور جو اصلاح کی راہ ہو اس کو اختیار کیا جائے۔

تورات اور حضرت مسیحؑ کی بریّت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں ایک طرف اس امر کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ یہودیوں کا انتقام پر زور دینا اور عیسائیوں کا اس کے خلاف محض عفو پر زور دینا یہ ایسی تعلیمیں ہیں۔ جو ہرگز حکمت پر مبنی نہیں۔ وہاں آپ نے تورات اور حضرت مسیح علیہ السلام کی بریّت بھی کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ توریت میں جو انتقام پر زور دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ یہودی ایک لمبا عرصہ مصر کی غلامی میں رہ کر سخت بزدل ہو گئے تھے۔ ان کی اصلاح کے لئے ضروری تھا۔ کہ انتقام پر زور دیا جاتا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں وہ نہیت انتقام پر زور دینے کی وجہ سے پرلے درجہ کے سخت دل ہو گئے تھے۔ اس لئے یہ ضروری ہوا۔ کہ ان کی اصلاح کے لئے عفو پر زور دیا جائے۔ پس یہ دونوں تعلیمیں مختص الزمان اور مختص القوم تھیں اور مسیحیوں کی یہ غلطی ہے۔ کہ تورات کی تعلیم کو تو مختص الزمان اور مختص القوم تسلیم کر لیا۔ مگر جو تعلیم حضرت مسیحؑ نے اپنی قوم کو زمانہ کی مصلحت کے ماتحت دی اس کو تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لئے عالمگیر مان لیا۔ اور اس طرح حضرت مسیحؑ کی طرف ایسی تعلیم بطور عالمگیر تعلیم کے منسوب کر کے جو عالمگیر کہلانے کے ہرگز لائق نہ تھی۔ عقلمندوں کی نظر میں حضرت مسیح کی ایکسا رنگ میں ہتک کی۔

عفو کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم

اب میں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے ماتحت ان نصائح کا ذکر کرتا ہوں۔ جو عفو کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو کیں۔ اس عنوان کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں اور تقریروں میں سے بہت سے حوالے نقل کئے جا سکتے تھے۔ لیکن میں یہاں صرف دو حوالوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کشتی نوحؑ میں سے لئے گئے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی تمام تعلیموں کا خلاصہ اور عطر ہے۔ پہلا حوالہ اس امر کے متعلق ہے۔ کہ عفو کے بارہ میں ہمیں اپنے بھائیوں سے کیسا برتاؤ رکھنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"تم آپس میں جلد صلح کرو۔ اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے۔ وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر پہلو سے چھوڑ دو۔ اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو۔ تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو۔ کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے۔ جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو۔ کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔"

دوسرا حوالہ اس امر کے متعلق ہے۔ کہ دشمن کی اذیت پر ہمیں کیا نمونہ دکھانا چاہیئے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ضرور ہے۔ کہ تم دکھ دیئے جاؤ۔ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے۔ کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں۔ تو تم ماریں کھاؤ۔ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ نیک عمل دکھلاؤ۔ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت عیسےٰ ابن مریم علیہما السلام کے مثیل تھے۔ اسلئے اگرچہ آپ نے اپنی جماعت کو ان الفاظ میں تو تعلیم نہیں دی کہ دشمن اگر ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دو۔ مگر آپ نے حضرت مسیح ناصری کی طرح حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرنے کی تعلیم ضرور دی ہے۔ اور اس کو اس قدر اہمیت دی ہے۔ کہ اس تعلیم کو شرائط بیعت میں داخل فرمایا ہے۔ چنانچہ شرائط بیعت کی ساتویں شرط میں فرمایا ہے کہ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے۔ کہ وہ فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

عفو کی تعلیم حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں کوئی نئی شریعت تو نازل نہیں ہوئی۔ مگر بعض الہامات میں بطور امر بالمعروف کے بعض احکامات ضرور نازل ہوئے اور ان میں سے بعض میں عفو کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ میں بطور نمونہ کے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام بیان کرتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اپنی اہلیہ پر کسی وجہ سے سخت ناراض ہوئے۔ اور بعض ناراضگی کے الفاظ کا استعمال کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا۔

"یہ طریق اچھا نہیں ہے۔ اس کو روک دیا جائے۔ مسلمانوں کے لیڈر عبدالکریمؓ کو خذوا الرفق الرفق فان الرفق راس الخیرات"

اس الہام سے اللہ تعالےٰ کے اخلاق کا بھی پتہ چلتا ہے کس طرح اسی الہام میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو ایک عزت کا خطاب دیکر ان کے دل کو خوش کر دیا۔ ہمارا مسیحؑ بھی ایسے ہی اخلاق سے رنگین تھا۔ اس کا کسی قدر ذکر میرے محترم دوست مولوی عبدالرحیم صاحب نیر آپ صاحبان کو سنائینگے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت مسیح موعودؑ کے عفو کی مثالیں

حضرت مولوی شیر علی صاحب نے اپنے وقت میں سے جو حصہ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو دیا۔ اس میں انہوں نے فرمایا۔

عورتوں سے سلوک

اسلام کا آغاز ایک عورت کے صبر سے ہوا ہے۔ اور وہ عورت حضرت ہاجرہؓ ہے۔ عورت چونکہ جمال الٰہی کی قائم مقام ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عورت کے ساتھ تعلقات اچھے رکھنے پر بہت زور دیا ہے۔ اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بہت تلقین کی ہے حضور نے فرمایا ہے۔ کہ سوائے فاحشہ کے عورت کی تمام کمزوریوں سے درگذر کرنا چاہیئے۔ اور آپ اپنے گھر میں ایسا اچھا سلوک کرتے تھے۔ کہ ایک دیہاتی عورت نے دیکھ کر کہا۔ کہ "مرزا بیوی دی گل بڑی منددا اے"۔

ایک شخص نے حضورؑ سے عرض کیا۔ کہ آپ دماغی محنت بہت کرتے ہیں۔ مقوی غذا استعمال کیا کریں۔ آپؑ نے فرمایا۔ کہ ہاں گھر میں اس کے متعلق کہا تو ہے۔ مگر پھر بھی سستی ہو جاتی ہے۔ اس دوست نے کہا۔ کہ سختی کرنی چاہیئے حضورؑ نے فرمایا۔ کہ ہمارے دوستوں کو ایسے اخلاق سے بچنا چاہیئے۔ کہ بیوی پر کھانا پکانے میں درشتی سے کام لیں۔ اکثر اوقات آپؑ نے عورتوں سے نرمی کی ہدایت فرمائی ہے۔

بچوں سے سلوک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک بار ایک کتاب کا مسودہ تیار کر رہے تھے۔ خدا تعالےٰ کا مسیح ہو اور اس کی تصنیف۔ آپ خیال فرما سکتے ہیں کس قدر قیمتی ہوگی گویا وہ انمول موتی تھے آپ نے بہت سا مضمون لکھا مگر آپؑ کے ایک صاحبزادہ نے اندر آکر دیا سلائی لگا کر تمام جلا دیا۔ آپ نے جب اس کی تلاش شروع کی۔ تو نہ ملا۔ آپ نے گھر میں ذکر کیا کہ مضمون کا مسودہ نہیں ملتا۔ ایک بچے نے کہا۔ وہ تو میاں نے جلا دیا۔ لیکن آپ نے ذرہ بھر خفگی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی اس میں بھی کوئی مصلحت ہی ہوگی۔ اور وہ کوئی بہتر مضمون سوجھا دیگا۔ اسی طرح ایک بار آپؑ کمرہ میں دروازہ بند کئے کچھ لکھ رہے تھے۔ بچہ آیا اور کہا ابا دروازہ کھولو۔ حضورؑ نے دروازہ کھول دیا۔ اسیطرح کوئی بیس بار ہوا۔ اور بچہ کے کہنے پر فوراً دروازہ کھولدیتے۔ لیکن ایک بار بھی ماتھے پر بل نہ آیا۔

دوستوں سے سلوک

حضور نے ایک بار ایک تحریر کا مسودہ حضرت خلیفہ اولؓ کے پاس بھیجا۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب کو فارسی ترجمہ کے لئے دے دیا جائے۔ خلیفہ اولؓ سے وہ کاغذ کہیں گر گیا جس پر آپ بہت پریشان ہوئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناراض ہونگے۔ اور اس کی تلاش کے لئے بہت ہی دوڑ دھوپ کی۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کا علم ہوا۔ تو فرمایا۔ اس قدر تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالےٰ اور بہتر مضمون سوجھا دیگا۔ یہ اس شخص کا عملی نمونہ ہے۔ جو عالمگیر اخوت قائم کرنے کے لئے آیا تھا۔

خادموں سے سلوک

حافظ حامد علی صاحب مرحوم کے پاس جب ہم بیٹھتے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں سنانے کے لئے انہیں کہتے۔ حافظ صاحب مرحوم نے کئی بار بتایا کہ مَیں نے بہت غلطیاں کیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھ پر کبھی سختی نہیں کی۔ اور یہ بعینہ وہی الفاظ ہیں۔ جو حضرت انسؓ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے تھے۔ ڈاک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کا ایک بڑا جزو تھا۔ ایک دفعہ آپؑ نے کچھ خطوط لکھے۔ اور حافظ صاحب کو دیئے۔ کہ ڈاک میں ڈال دیں مگر حافظ صاحب کو ڈاک میں ڈالنے یاد نہ رہے۔ اور سب خطوط ان کی جیب میں ہی پڑے رہے حضرت اقدس کو جب اس کا علم ہوا۔ تو صرف یہی فرمایا۔ کہ حامد علی آپ کو نسیان بہت ہو گیا ہے۔ اور بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ قرابتداروں۔ دوستوں اور دیگر متعلقین سے ہمدردی اور عمدہ سلوک تو شاید کسی کے نزدیک اہم بات نہ ہو لیکن دشمن سے نیک سلوک کرنا ایک نہایت ہی بیش قیمت خوبی ہوگی۔

دشمنوں سے سلوک

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایک بہت بڑا دشمن تھا۔ حتےٰ کہ اس نے آریوں کے ساتھ ملکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف جھوٹی گواہی دی۔ اس مقدمہ میں حضور کی طرف سے مولوی فضل الدین صاحب لاہوری وکیل تھے۔ انہوں نے ایک سوال کر کے محمد حسین کی تحقیر کرنی چاہی۔ حضور نے فرمایا۔ نہیں میں اسے ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔ حالانکہ وہ حضور کو اقدام قتل کا مرتکب ثابت کرنے کے لئے عدالت میں گواہی دینے گیا تھا۔ مولوی محمد حسین کے اخبار کے کچھ روپے بعض احمدیوں کے ذمہ بقایا تھے۔ جن کا اس نے مطالبہ کیا۔ بعض احمدیوں نے حضور سے دریافت کیا۔ کہ آیا یہ روپے اسے دے دیئے جائیں؟ حضور نے لکھا۔ جو کچھ یہ مانگے۔ دیدیا جائے۔ کیونکہ کسی وقت اس کا ہمارے ساتھ تعلق تھا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے حضور کے خلاف خوفناک سازش کی تھی۔ جب اس کا مقدمہ ڈسمس ہوا۔ تو کپتان ڈگلس نے حضور سے کہا۔ کہ آپ اس پر ہتک عزت کا مقدمہ دائر کر سکتے ہیں۔ مگر حضور نے فرمایا۔ میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہو چکا ہے میں یہاں اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔

مرزا نظام الدین کے خاندان نے ہمیشہ حضورؑ کی مخالفت کی۔ وہ زمانہ ایسا تھا۔ کہ مکان بنانے کے لئے بھی اگر مٹی لے لی جاتی۔ تو گالیاں ملتی تھیں۔ بلکہ بعض اوقات احمدیوں کو کھیت میں کیا ہوا پاخانہ اٹھانے پر مجبور کیا جاتا۔ ایک مرتبہ انہوں نے دیوار دیکر چھوٹی مسجد میں آنے کا دروازہ بند کر دیا۔ اور احمدیوں کو مسجد میں آنے کے لئے سخت دقت کا سامنا ہوتا۔ آخر مقدمہ ہوا۔ ان پر ڈگری ہو گئی۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے اس خیال سے کہ میعاد نہ گذر جائے۔ اس کا اجراء کرا لیا۔ اس پر مرزا نظام الدین نے حضورؑ کو لکھا۔ کہ مجھے یہ روپیہ معاف کر دیا جائے۔ حضور کو اس کا علم ہوا۔ تو فرمایا کیوں ڈگری کا اجرا کرایا گیا۔ حضور نے اسی وقت ایک خط لکھا کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ اور خط مولوی یار محمدؓ کو دیا۔ کہ مرزا نظام الدین جہاں بھی ہو۔ اسے یہ خط پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مسانیاں جا کر یہ خط اسے پہنچایا۔

یہ ہے۔ عملی نمونہ اس شخص کا جس کی تعلیم یہ ہے۔ کہ جو شخص اپنے بھائی کے گناہ نہیں بخشتا۔ وہ مجھ سے نہیں ہے جس کے دل میں کینہ کپٹ ہے۔ اس کا مجھ سے تعلق نہیں پس چاہیئے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک اس کا نمونہ ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر قرآن

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں قرآن کریم کی آیات کے جو حقائق و معارف بیان فرمائے ہیں انہیں ترتیب کے ساتھ "خزینۃ العرفان" کے نام سے میاں فخر الدین صاحب مالک کتاب گھر نے سولھویں پارہ تک چھ حصوں میں مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ قرآن کریم کے معارف اور وہ بھی اس برگزیدہ انسان کے فرمودہ جسے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں قرآن کی حقیقت بیان کرنے کیلئے مبعوث کیا۔ اتنی بڑی نعمت ہے کہ ہر ایک احمدی کو قدر کرنی چاہیئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جب پہلی تحریر میں احباب کو اسطرف متوجہ کیا تھا۔

"میاں **فخر الدین** صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **تفسیر قرآن** مختلف کتب سے اکٹھی کر کے شائع کر رہے ہیں۔ یہ کام نہایت مفید اور بابرکت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس وقت تک احباب نے اس طرف پوری توجہ نہیں کی۔ جس کی وجہ سے وہ ادھورا رہ گیا ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ اس کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں میں بھی انشاء اللہ پانچ جلدیں اس کتاب کی جوں جوں چھپتی جائیں گی۔ لیتا جاؤں گا۔" والسلام۔ (خاکسار: مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی)

قرآن کریم کا درس دینے کے لئے بھی یہ خزینہ بہت مفید ہو سکتا ہے احباب کو جلد اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ حجم قریباً ایکہزار صفحہ اور قیمت آٹھ روپیہ ہے علیحدہ علیحدہ حصے بھی مل سکتے ہیں۔

17.10.30
منبر ۱۴

موتی سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

اس سرمہ پر ڈاکٹر شیفتہ اور حکما فریفتہ ہیں۔ ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن پھولا جالا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندہ۔ ابتدائی موتیابند۔ غرضیکہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے۔ اسکا روزانہ استعمال آنکھوں کی بصارت کو تیز کرتا۔ اور جملہ امراض سے آنکھوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال رکھینگے وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائینگے۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصولڈاک علاوہ

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے گھر میں اس سے قبل بہت سے قیمتی سرمے استعمال کئے گئے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مگر آپکے سرمہ سے انکی آنکھوں کی سب بیماری اور کمزوری دور ہو گئی۔ ان کی نظر بچپن کے زمانہ کی طرح بالکل ٹھیک اور درست ہو گئی۔ اس پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور محض افادہ عام کیلئے ان الفاظ کو آپ تک پہنچاتا ہوں۔ کہ اسے ضرور شائع کریں۔ تاکہ دوسرے لوگ بھی اس مفید ترین چیز سے مستفیض ہوں۔

اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے اکسیر البدن جملہ دماغی و جسمانی و اعصابی کمزوریوں کے دور کرنیکا ایک ہی علاج ہے۔ کمزور کو زور آور اور زور آور کو شاہ زور بنانا اس پر ختم ہے۔ اس کے استعمال سے کئی ناتوان اور گئے گذرے انسان از سر نو زندگی حاصل کر چکے ہیں۔ اگر آپ بھی عمدہ صحت پاکر پر لطف زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آج ہی اکسیر البدن کا استعمال شروع کر دیں۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے۔

ڈاکٹر صاحب کی شہادت۔ جناب ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب آئی۔ ایم۔ ڈی۔ انڈین ملٹری ہسپتال کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے میمو ملک برہما میں اپنے ایک دوست کے لئے آپ کی ایجاد کردہ اکسیر البدن منگوائی تھی۔ انہوں نے اس کو استعمال کیا۔ میں نومبر میں تبدیل ہو کر کلکتہ آگیا۔ اور اسکے نتیجہ کا بہت مشتاق تھا۔ کل ہی ان کا خط ملا ہے۔ کہ انہیں اکسیر البدن سے بیحد فائدہ ہوا۔ میں آپکو اس ایجاد پر مبارکباد دیتا ہوں اور ایک شیشی اور بذریعہ وی۔ پی جلد ارسال فرمائیں۔

اکسیر معدہ یہ امراض معدہ و سینہ کا لاثانی علاج اور بکثرت دودھ گھی ہضم کرنیکا بہترین ذریعہ تمام بیماریوں کی جڑ کمزور معدہ ہے۔ اگر آپ کو کھانا بخوبی ہضم ہوتا ہے۔ تو آپکے لئے سادہ غذا بھی نعمت عظمےٰ ورنہ مرغن اور لذیذ غذائیں بھی وبال جان۔ اکسیر معدہ۔ ہیضہ۔ بدہضمی۔ کمی بھوک۔ اپھارہ۔ باؤگولہ۔ پیٹ کا گڑگڑانا۔ کھٹی ڈکاریں۔ متلی۔ جی کا متلانا۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا۔ سر چکرانا۔ ہاتھ۔ پاؤں کا گرم رہنا۔ کرم شکم۔ اسہال۔ ریاح وغیرہ کے لئے تیر بہدف ہے۔ خوراک چار رتی۔ قیمت فی شیشی جو کئی ماہ کیلئے کافی ہے۔ صرف ۲ روپے۔

جناب ایڈیٹر صاحب فاروق کی شہادت۔ مکرم میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق لکھتے ہیں۔ کہ مجھے نفخ شکم اور پیٹ میں ہر وقت بوجھ پن کی شکایت تھی۔ اس اکسیر کے استعمال سے خدا نے مجھے بہت جلد صحت دی۔ اور میری تمام معدہ اور شکم کی شکایات رفع ہو گئیں۔ اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

قبض کشا گولیاں اول تو کبھی کبھار کی قبض بھی بہت تکلیف دہ ہے۔ اور پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ۔ اگر آپ کا معدہ صاف ہے۔ تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں۔ ورنہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے۔ ایک دن گھر کا پاخانہ صاف نہ ہو۔ تو تمام گھر کی فضا اسقدر بدبودار ہو جاتی ہے۔ کہ ناک میں دم آجاتا ہے۔ یہی حال معدہ کا ہے۔ کہ ایک روز کھلکر اجابت نہ ہو۔ تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے۔ اور متعفن معدہ ہی جملہ بیماریوں کی جڑ ہے۔ قبض کشا گولیاں کیا ہیں۔ گویا معدہ کی جھاڑو ہیں۔ اس کا دائمی استعمال سمجھو۔ کہ صحت کا بیمہ ہے۔ قیمت ایک سو گولی صرف ۱ روپے

موتی دانت پوڈر ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ میلے دانت جملہ امراض کا گھر ہیں۔ یہ پوڈر دانتوں کو موتیوں کی طرح چمکا کر بدبو وغیرہ کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ اور انہیں فولاد کی طرح مضبوط بنا کر جملہ امراض دندان گوشت خورہ۔ خون یا پیپ کا آنا۔ دانتوں کا میلاپن۔ مسوڑوں کا درد وغیرہ سے نجات دیتا ہے۔ قیمت ایک شیشی صرف ایک روپیہ

ہیڈ ماسٹر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول کی شہادت: جناب مولوی محمد الدین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان لکھتے ہیں۔ کہ میں نے یہ موتی دانت پوڈر استعمال کیا۔ بہت مفید پایا۔ علاوہ دانتوں کو سفید اور صاف رکھنے کے یہ عوارض مسوڑھوں کے لئے بھی بہت مفید ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ **مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)**

انمول موتی کوڑیوں کے مول

اگر آپ مالدار بننا چاہتے ہیں۔ تو قرولی سٹیٹ ریلویز لمیٹڈ بمبئی کے حصص خرید فرمائیں۔ جس کے فی حصہ کی قیمت دس روپے ہے۔ جو بوقت درخواست دو روپیہ فی حصہ۔ بر وقت منظوری تین روپیہ اور بقیہ پانچ روپے ایک ماہ کی میعادی طلبی پر ادا کرنے پڑینگے۔ اس لئے ملازمت پیشہ اصحاب اور دیگر سرمایہ داروں کیلئے بنک میں رکھنے یا کسی تجارت پر صرف کرنیکی بجائے ایک نادر اور نایاب موقعہ ہے۔ خواہشمند اصحاب فوراً سنٹرل بنک آف انڈیا کی کسی شاخ سے یا منیجنگ ایجنٹس قرولی سٹیٹ ریلویز لمیٹڈ۔ فورٹ بمبئی سے چھاپہ شدہ فارم درخواست لیکر درخواست کریں۔ اور روپیہ جمع کرا کر رسید حاصل کریں۔ مفصل پراسپکٹس ہیڈ آفس بمبئی سے طلبی پر روانہ ہوتے ہیں۔ المشتہر سکرٹری

ملکی صنعت کا بہترین نمونہ

مشین سیویاں (نواجہ)

ہماری سیویاں بنانے کی نکل پلیٹڈ مشین۔ بڑا سائز۔ کم قیمت۔ خوبصورتی اور پائیدار ہونے کے باعث دنیا بھر میں بہترین تسلیم کی گئیں ہیں۔ بناوٹ میں بالکل سادہ اور چلنے میں بہت ہلکی اور مشین کے ہمراہ باریک و موٹی دو چھلنیاں روانہ کی جاتی ہیں۔ قیمت سائز کلاں (قطر ۲۲ انچ) سات روپیہ آٹھ آنے۔ سائز خورد (قطر ۲ انچ) پانچ روپے صرف۔ دھوکے سے بچنے اور اصلی و اعلے مال منگانے کیلئے ہمارا قدیمی پتہ نوٹ کر لیجئے۔

ایم۔ اے۔ رشید اینڈ سنز سوداگران مشینری بٹالہ (احمدیہ بلڈنگ) پنجاب

۳۱۴

نیک مشورہ

امرت دھارا ہمیشہ پاس رکھیں تقریباً ہر مرض کا بے خطا علاج ہے

مفصل حالات کے لئے رسالہ امرت مفت طلب کریں!

قیمت فی شیشی دو روپے آٹھ آنہ۔ نصف ایک روپیہ چار آنے۔ نمونہ آٹھ آنے

خط و کتابت و تار کا پتہ:۔ امرت دھارا ۱۶ لاہور

المشتہر

مینجر امرت دھارا اوشدالیہ۔ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا سڑک۔ امرت دھارا ڈاکخانہ۔ لاہور

ہندوستان کی خبریں!

——— سکندر آباد۔ ۱۰ جنوری۔ مملکت نظام میں نانڈیر کے ایک معبد کی ملکیت کے متعلق سکھوں اور مسلمانوں ——— کے جھگڑے کا عدالت عالیہ کلکتہ کے جج نے فیصلہ کیا تھا کہ متنازعہ معبد سکھوں کا ہے۔ لہذا ۷ جنوری تک حیات خان کی قبر از کران کی نعش کو یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے۔ مد ممینہ کو اندراس حکم کی تعمیل نہ متولی نے کی۔ اور نہ حیات خان کے اہلانے۔ لہذا حکومت نظام کے احکام کے مطابق نعش کسی دوسری جگہ منتقل کر دی گئی۔ اور معبد سکھوں کے حوالہ کر دیا گیا۔

——— نئی دہلی۔ ۱۰ جنوری۔ آج سہ پہر کو وائسرائے نے ارون جنرل ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا۔ حاضرین میں گورنر پنجاب اور سر الیگزنڈر سٹو وغیرہ شامل تھے۔ ہسپتال کی تعمیر پر ساٹھ لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ اور اس میں تین سو پچاس مریضوں کے رہنے کی گنجائش ہوگی۔ اور یہ نئی اور پرانی دہلی کا مشترکہ ہسپتال ہوگا۔

——— مدراس۔ ۱۰ جنوری۔ استعفوں کی وجہ سے کونسل اور اسمبلی میں جو دو نشستیں خالی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک کے لئے جدید مدراس کے صدر اور جسٹس پارٹی کے رہنما مسٹر راما سوامی مدلیار علیحدہ امیدوار کھڑے ہوئے ہیں۔

——— جدید افغانی سفیر ہز ہائی نس سردار شاہ ولی خان لندن پہنچ گئے ہیں۔

——— میرٹھ۔ ۱۱ جنوری۔ مسٹر دھرم ویر سنگھ ایم۔ ایل سی۔ صوبجات متحدہ (جو بری کر دیئے گئے ہیں) کے سوا مقدمہ سازش کے باقی تمام ملزموں کو جن کی تعداد اکتیس ۳۱ ہے۔ مسٹر ملز وائٹ ایڈیشنل مجسٹریٹ نے زیر دفعہ ۱۲۱ الف تعزیرات ہند فرد جرم لگا کر سشن سپرد کر دیا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر آر ایل۔ یارک۔ آئی۔ سی۔ ایس ان ملزموں کی سماعت کریں گے۔ اور چار سو گواہان صفائی کی ایک فہرست مسل میں شامل کی جا رہی ہے۔ تینتیس ۳۳ ملزموں میں سے جن کی سماعت ابتدا میں ہوئی تھی چھبیس ۲۶ ہندو، چار مسلمان، تین ۳ یورپین اور ایک پارسی ہیں۔

——— پشاور۔ ۱۱ جنوری۔ اس خبر کی صحت کا ایسوسی ایٹڈ پریس ذمہ وار ہے۔ کہ شاہ کابل نے ملا شور بازار کو سفیر مصر مقرر کیا ہے۔ امید ہے۔ وہ عنقریب پشاور کے راستے مصر کو روانہ ہو جائینگے۔

——— گورداسپور۔ ۱۰ جنوری۔ شیخ مختار احمد بیرسٹر ایٹ لا آج دفعتہً انتقال کر گئے۔ آپ کئی سال سے گورداسپور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر تھے۔ اور اس سلسلے میں آپ نے ضلع کی بہت سی خدمات انجام دی تھیں۔ آپ طبعاً نہایت نیک دل خوش اخلاق اور مخلص آدمی تھے۔

——— لاہور۔ ۱۱ جنوری۔ حکومت پنجاب نے حسب ذیل کا غذات ضبط کر لئے ہیں۔ (۱) ہندوستان کی جمہوری سوشلسٹ ایسوسی ایشن کا اعلان جس کی نسبت ظاہر کیا گیا ہے کہ ری پبلکین پریس بیرون ہندوستان طبع ہوا۔ (۲) پنجابی اور اردو زبان کا رسالہ "ترانہ منظوم" (۳) مقدمہ سازش لاہور کے مدافعت فنڈ کی ایک روپے کی رنگدار رسید جس پر جتین داس، بھگت سنگھ دت اور زنجیر سے بندھی ہوئی بھارت ماتا کی تصویریں درج ہیں۔ اور قومی آرٹ پریس انار کلی لاہور میں طبع کی گئی ہے۔

——— امرتسر۔ ۱۲ جنوری۔ شرومنی اکالی دل اور اکالی جتھہ داروں کی مجلس منتظمہ کے ایک جلسہ میں کانگریس کے ساتھ تعاون کرنے کے مسئلہ پر بحث کی گئی ——— اور طے پایا کہ وہ کسی ایسے تصفیہ کو ہرگز منظور نہیں کرینگے جس میں سکھوں کو پنجاب کونسل اور مقامی مجالس میں ۳۳ فیصدی اور مرکزی اور دیگر صوبجاتی کونسلوں میں کافی نیابت نہ دی گئی ہو۔

——— لاہور۔ ۱۰ جنوری۔ صیغہ ہوائی پرواز نے کراچی سے بیرونجات کو بذریعہ ہوائی جہاز تار بھی ارسال کرنے کا انتظام کیا ہے۔ ۲۰ الفاظ کا تار لندن کو روانہ کرنے کے لئے بلا لحاظ ریڈیو ۱۲ ؍ صرف کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن ۲۰ الفاظ کا تار بذریعہ ہوائی جہاز بھیجنے کے لئے صرف ۱۲ ؍ صرف کرنا ہوگا

——— کلکتہ۔ ۹ جنوری۔ محکمہ تجارت کے صیغہ اطلاعات و اعداد و شمار کو اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ ہندوستان کے بحری و بری ٹیکسوں سے (باستثنائے ٹیکس نمک) ماہ دسمبر میں ۲۳۸۴۰۰۰۰ روپیہ وصول ہوا ہے۔ گذشتہ سال اسی ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء ۲۳۸۲۰۰۰۰ روپیہ وصول ہوا تھا۔

——— لاہور۔ ۱۳ جنوری۔ مسٹر نوڈ گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے بنچ مشتمل بر آنریبل جسٹس فورڈ اور جسٹس ایڈیلسن کے اجلاس میں روزانہ اخبار "ملاپ" کے خلاف درخواست دائر کی جس میں توہین عدالت کی کارروائی کی استدعا کی گئی۔ ملاپ کے خلاف الزام یہ ہے۔ کہ گذشتہ ماہ میں ایک سنڈے ایڈیشن میں اس نے ایک کارٹون شائع کیا۔ جس میں سپیشل مجسٹریٹ متعلقہ سازش کی توہین مقصود تھی۔ فاضل ججوں نے درخواست کی پیشی مقرر کر دی۔ اور فریق ثانی کے نام نوٹس جاری کرنے کا حکم دیا۔

——— الہ آباد۔ ۱۰ جنوری۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک بیان کے دوران میں شکایت کی ہے۔ کہ حکومت نے تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرنے اور یقین دلانے کے باوجود سیاسی قیدیوں کی اصلاح کے متعلق کوئی کارروائی نہیں کی۔

——— ناگپور۔ ۱۳ جنوری۔ سی۔ پی کونسل کی کانگریس پارٹی نے ایک جلسہ میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے۔ کہ کانگریس کے اعلان کے مطابق استعفے داخل کر دینے چاہئیں۔

——— لاہور۔ ۱۳ جنوری۔ آج رات کے دس بجکر پینتیس منٹ پر زلزلہ کا ایک سخت جھٹکا محسوس ہوا۔ جو تقریباً تین سیکنڈ تک جاری رہا۔

ممالک غیر کی خبریں!

——— بیت المقدس۔ ۸ جنوری۔ حکومت کی طرف سے جریدہ "الجامعۃ العربیہ" کی اشاعت اس الزام میں بند کر دی گئی۔ کہ اس نے یہ غلط اطلاع شائع کر دی تھی۔ کہ چند یہودی لیڈر ایک مسلمان افسر کے قتل کی سازش کر رہے ہیں۔

——— فیوچو۔ ۸ جنوری۔ اشتراکی باغیوں نے جو اپنے آپ کو "مجاہدین عوام" کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔ ایک شاندار مظاہرہ کیا۔ اور ایک سرکاری دعوت میں جس میں امیر البحر اور صوبہ فوکن کے گورنر اور دوسرے سرکاری افسر مدعو تھے گھس پڑے۔ اور گورنر اور دوسرے تمام حاضرین گرفتار کر لئے گئے۔

——— لندن۔ ۹ جنوری۔ رائٹر کو معلوم ہوا ہے۔ کہ پارلیمنٹ کے سامنے سائمن کمیشن کی رپورٹ اپریل سے پہلے پیش نہ ہو سکیگی

——— پیکنگ۔ ۱۰ جنوری۔ شمالی مغربی صوبوں میں سخت سرد ہوا نے ہولناک تباہی پھیلا رکھی ہے۔ جس سے شمالی شانسی میں کم از کم پندرہ ہزار چینی ہلاک ہو گئے۔

——— نینٹش۔ ۱۰ جنوری۔ کل مغربی فرانس میں ایک ہولناک زلزلہ آیا۔ جو نینٹش میں کئی سیکنڈ تک اور لینس میں ایک منٹ سے زیادہ دیر تک جاری رہا۔ ملاح اور ساحلوں کے محافظ بیان کرتے ہیں۔ کہ سمندر میں عجیب و غریب شور برپا ہو گیا۔

——— لندن۔ ۱۱ جنوری۔ ماربل آرک محراب مرمر کے قریب ایک جزیرے کی جائے وقوع پر ایک ایسا ہوٹل تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جو یورپ کے سب ہوٹلوں سے بڑا ہوگا۔ اس میں دو ہزار سونے کے کمرے ہونگے۔ جن میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک غسل خانہ ہوگا۔ چار قیام گاہیں۔ کئی قہوہ خانے اور ایک بڑا عام سٹور ہوگا۔ غالباً اس سال اس کی تعمیر کا کام شروع ہو جائیگا

——— روما۔ ۱۰ جنوری۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ شہزادی میری جوز پندرہ کروڑ بلجی فرانک جہیز میں لائی ہیں۔ اس رقم کے ساتھ اگر شہزادہ امبرٹ کی کل آمدنی ملائی جائے۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ جوڑا یورپ کے متمول ترین شاہی جوڑوں میں سے ایک ہے قلعہ ریکونیگی جو شاہ اطالیہ نے شادی کے تحفہ کے طور پر دیا ہے دنیا کے عظیم ترین قلعوں میں سے ایک ہے۔

——— لندن۔ ۷ جنوری۔ راکسٹن کے گرجا گھر میں ایک شب کو چور گھس گئے۔ اور پرانی جڑاؤ گھڑیاں۔ بہت سے ہلاس کے بکس۔ جڑاؤ سونے کی انگوٹھی۔ قیمتی مہریں۔ تواریخی تحفہ جات بیش قیمت تصاویر لے گئے۔

——— لندن۔ ۱۱ جنوری۔ من موہن سنگھ برسٹل یونیورسٹی کا ہندوستانی طالبعلم آج کرائیڈن سے اپنے آلہ پرواز پر آغا خان کا پانسو پونڈ کا انعام جیتنے کے لئے ہندوستان روانہ ہو گیا۔

(عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)